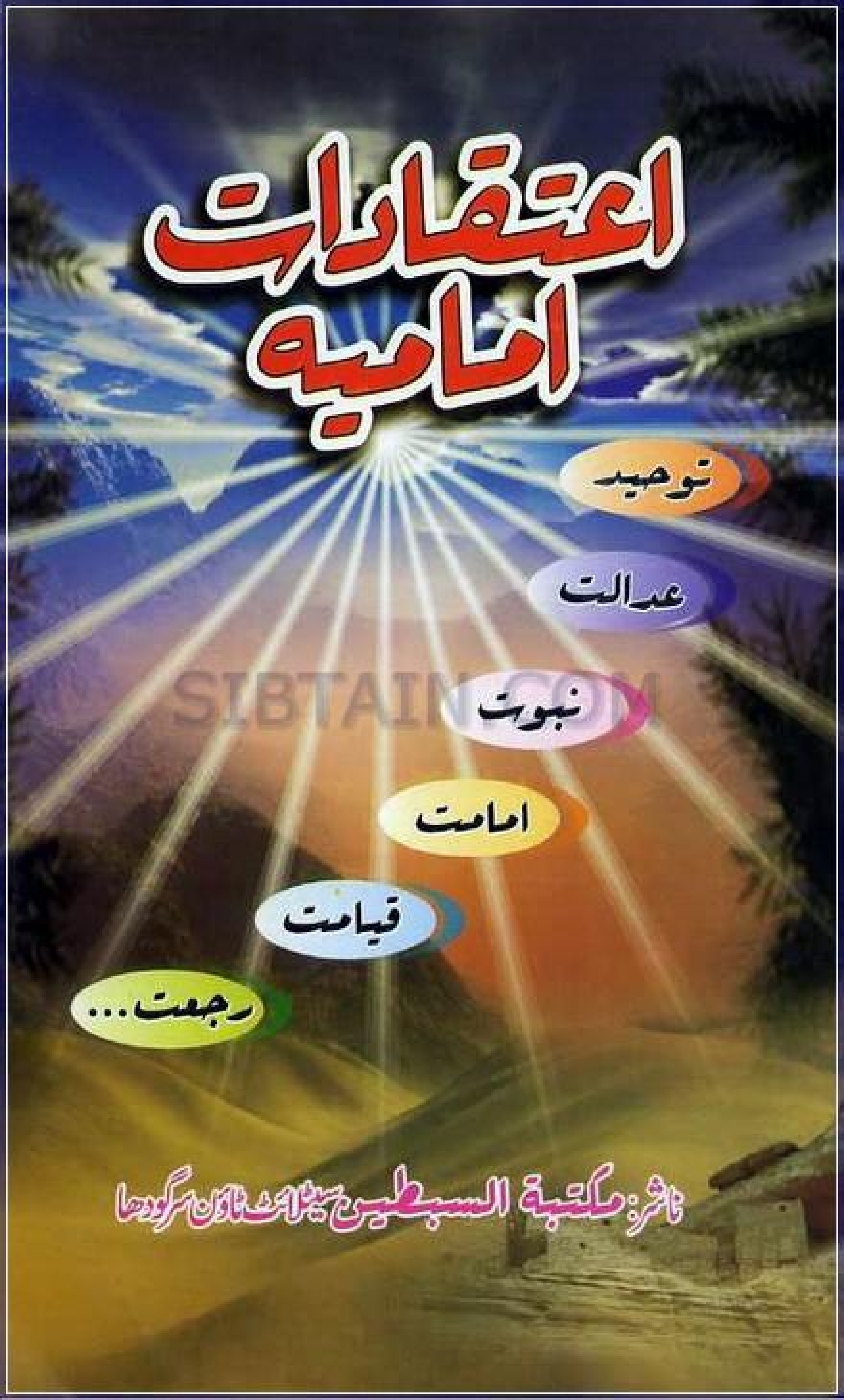

اعتقادات امامیہ

توحید

عدالت

نبوت

امامت

قیامت

رجعت...

ناشر: مکتبۃ السبطین سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ شریفہ

اعتقادات الامامیہ

فی

ترجمہ الرسالۃ اللیلیۃ

تصنیف و تالیف

فخر الاولین والآخرین رئیس المحدثین عالم ربانی حضرت علامہ محمد باقر المجلسی الاصفہانی اعلی اللہ مقامہ

ترجمہ و تحشیہ

صدر المحققین علامہ شیخ محمد حسین نجفی صاحب قبلہ مجتہد العصر صدر موتمر علمائے شیعہ (رجسٹرڈ) پاکستان

تعریف و تقریظ

حجۃ الاسلام علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ سربراہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ

تعریض و تقدیم

جناب مولانا سید حسین عارف صاحب نقوی ایم، اے

طبع و نشر
مکتبۃ السبطین
۲۹۶/۹۔ بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا

جمله حقوق بحق ناشر محفوظ هیں

نام کتاب : اعتقادات امامیه فی ترجمه الرّسالة اللّیلیّه
تصنیف : علامہ محمد باقر المجلسی اعلی اللہ مقامہ
ترجمہ وتحشیہ : علامہ شیخ الحاج محمد حسین نجفی قبلہ مجتہد العصر
طبع ونشر : مکتبۃ السبطین ۲۹۶/۹ ۔ بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا
سن اشاعت : ۲۰۰۶ء
کمپوزنگ : محمد مجتبیٰ
اشاعت : بار سوم
قیمت : ۴۰ روپے
فون نمبر : ۰۴۸-۳۲۱۷۱۶۱

باسمہ تعالیٰ

یہ رسالۂ شریفہ و اعجالۂ منیفہ اعتقادات امامیہ در ترجمۂ رسالۂ لیلیہ اس دیدہ زیب اور دلکش شکل وھیئت میں مومنین کے مدت سے مشتاق ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے یہ جناب مستطاب الحاج چوہدری محمد اقبال صاحب آف اسلام آباد کے مخلصانہ تعاون کا ثمرہ ہے جناب موصوف نے اپنے والدین شریفین کے ایصال ثواب کی خاطر اس عجالۂ منیفہ کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کے والدین شریفین کی مغفرت فرمائے اور آپ کو بیش از پیش اس قسم کے کارہائے خیر کے انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ بجاہ النبیؐ وآلہٖ

(وانا الاحقر محمد حسین نجفی بقلمہ سرگودھا)

۱۵ مئی ۲۰۰۶ء

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۔	تقریظ	۶
۲۔	مقدمہ	۷
۳۔	اور کچھ مترجم کے بارے میں	۱۲
۴۔	گفتار اولین	۱۶
۵۔	اعتقادات الامامیہ	۱۹
۶۔	ضرورت وسیلہ	۲۴
۷۔	ضرورتِ حدیث	۲۹

پہلا باب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸۔	معرفت توحید کا بیان	۳۷
۹۔	تکلیف شرعی کا بیان	۴۱
۱۰۔	قضا وقدر کا اجمالی بیان	۴۴
۱۱۔	قرآن پر ایمان رکھنے کا بیان	۴۵
۱۲۔	ملائکہ پر ایمان رکھنے کا بیان	۴۶
۱۳۔	حلول اور اتحاد کا بیان	۴۷
۱۴۔	رویت باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ	۴۷
۱۵۔	ضروریاتِ دین کا بیان	۵۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۶۔	عصمت نبی وائمہ کا بیان	۵۷
۱۷۔	تفویض کی نفی کا بیان	۵۹
۱۸۔	تسلیم ورضا کا بیان	۶۱
۱۹۔	ملائکہ کا مقدس تذکرہ	۶۶
۲۰۔	عصمت ملائکہ کا بیان	۶۸
۲۱۔	فشارِ قبر کا بیان	۶۸
۲۲۔	جنت وجہنم کا بیان	۷۰
۲۳۔	شفاعت نبی وائمہ کا بیان	۷۴

دوسرا باب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۴۔	کیفیت عمل کے بیان میں	۷۷
۲۵۔	نیت کی حقیقت کا بیان	۸۰
۲۶۔	حقیقی معلم کی تلاش	۸۸
۲۷۔	اسرار الصلوٰۃ کا بیان	۹۲
۲۸۔	ادعیہ جات	۹۵
۲۹۔	صوفیوں کی غلط روش پر تنقید	۹۹
۳۰۔	نوافل اور نماز تہجد کا بیان اور کچھ زریں ہدایات	۱۰۲
۳۱۔	بعض اذکار و اورادِ مسنونہ کا بیان	۱۰۴
۳۲۔	زرّیں ھدایات	۱۰۸

تقریظِ صداقت حفیظ سرکار علامہ مفتی جعفر حسین قبلہ مد ظلہٗ

سربراہ تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ و سرپرست موتمر علماء شیعہ پاکستان

باسمہٖ سبحانہٗ

رسالہ لیلیہ مجدد ملتِ جعفریہ آیۃ اللہ المجلسی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جو عقائدِ صحیحہ اثناء عشریہ پر مشتمل ہے اس کا ترجمہ العلامہ الحجہ مولانا محمد حسین صاحب قبلہ ابقاہ اللہ للعلم والدین نے فرمایا ہے اور اس پر مفید حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔

ہر مومن کو چاہیئے کہ وہ اس سے استفادہ کرے اور اسے اپنے عقائد کی بنیاد قرار دے کیوں کہ یہی مذہب شیعہ کے صحیح عقائد ہیں جو اقوال و آثارِ ائمہ سے مستنبط ہیں۔

(مفتی) جعفر حسین گوجرانوالہ

مجدد ملتِ جعفریہ علامہ محمد باقر المجلسی اعلی اللہ مقامہٗ و رفع فی الخلد اعلامہٗ کا رسالہ اعتقادات الامامیہ کتب اعتقادیہ میں ایک خاص مقام رکھتا ہے، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اُردو زبان میں شائع ہو جناب العلامہ الحجہ مولانا محمد حسین صاحب دام علاہ نے اس کا ترجمہ فرمایا اور اس پر توضیحی حواشے بھی تحریر کیے۔

اب اس کی دوسری بار اشاعت کا بیڑہ ثالث النیرین جناب سید محمد ثقلین صاحب کاظمی دام مجدہٗ جنرل سیکرٹری ادارہ تبلیغ شیعہ اسلام آباد نے اُٹھایا جس میں مولانا موصوف نے حواشی میں معتد بہ اضافہ بھی کر دیا ہے جس سے کتاب کی افادیت و اہمیت بڑھ گئی ہے۔

توقع ہے کہ یہ اشاعت بھی سابقہ اشاعت کی طرح مقبولِ خواص و عوام ہوگی اور مومنین اسے اپنے معتقدات و نظریات کی بنیاد قرار دیں گے۔

مفتی جعفر حسین۔ گوجرانوالہ

۲۹ فروری ۱۹۸۰ء (بار دوم)

مقدمہ

محقق اسلامیات جناب مولانا سید حسین عارف نقوی ایم اے اسلام آباد

تمام فرق اسلامیہ میں سے شیعہ ہی ایک ایسا فرقہ ہے جس کے جملہ عقاید و اعمال کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں، شیعوں کے علاوہ اگر کوئی اور دعویٰ کرتا ہے تو وہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اس کے لیئے کوئی عقلی یا نقلی دلیل فراہم نہیں کی جاسکے گی۔ یہ شیعہ ہی ہیں جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

یا علی انت و شیعتک ھم الفائزون یوم القیامة.

''اے علی! تو اور تیرے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب وکامگار ہوں گے۔''

غالباً اسی وجہ سے جناب شاہ عبدلعزیز محدث دہلوی جیسے شیعوں کے دشمن کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ''شیعہ اولیٰ ما ہستیم'' یعنی حقیقت میں شیعہ ہم اہل سُنت ہی ہیں لیکن جب روافض اور زیدیہ نے اپنے آپ کو شیعہ کہلوانا شروع کر دیا تو ہم نے (اتہام سے بچنے کیلیئے) اہل سُنت کہلوانا مناسب سمجھا۔ ہمارے قارئین یہیں سے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کوفے کے جن افراد نے اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خطوط لکھے تھے وہ دراصل کون تھے؟ کیوں کہ بقول محدث دہلوی مرحوم ''شیعہ اولیٰ ما ہستیم''

صرف مذہب شیعہ ہی میں مُردے کو دفنانے سے پہلے اور دفنانے کے بعد تلقین پڑھی جاتی ہے، تلقین کیا ہے؟ شیعی عقاید کا تذکرہ، تاکہ مُردہ اور زندہ دونوں عقاید کو سُن لیں اور سمجھ لیں، وہ شیعی عقاید کیا ہیں؟ جو تلقین میں موجود ہیں سُنیئے:

(۱) اَللّٰہ جَلَّ جَلالُہ رَبِّیْ

(۲) مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہ وَ سَلَّمْ نَبِیّ

(۳) اَلْاِسْلَامُ دِیْنِیْ

(۴) اَلْقُرْآنُ کِتَابِیْ

(۵) اَلْکَعْبَۃُ قِبْلَتِیْ

(۶) امیر المومنین علیٌ بن ابی طَالِبٌ اِلیٰ الْحُجَّۃ المنتظر ائمتی

(۷) مَاجَاءَ بِہٖ مُحَمَّدٌ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ حَقٌّ

(۸) اِنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ

(۹) سوال مُنْکَرٍ وَّ نَکِیْرٍ فِی الْقَبْرِ حَقٌّ

(۱۰) اَلْبَعْثُ حَقٌّ وَ الصِّرَاطُ حَقٌّ
وَ الْمِیْزَانُ حَقٌّ وَ تطائر الْکُتُبِ حَقٌّ وَ الْجَنَّۃُ حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ
وَ اِنَّ السَّاعَۃَ آتِیَۃٌ لَا رَیْبَ فِیْھَا وَ اَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ

یہ ہے شیعی عقائد کی مختصر فہرست، باقی تمام وہ باتیں جن کا اس میں واضح ذکر نہیں وہ ماجاء بہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آجاتی ہیں اس لیے یہ کسی بھی شیعہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی کا بھی انکار کرے کیونکہ ایسا کرنا دین سے خروج اور بغاوت ہوگا۔ اصطلاحا ایسے شخص کو مرتد کہا جائے گا اور اگر اسلامی حکومت ہو تو مُرتد کی سزا قتل ہے، اس کی تفصیلات کتب فقہ میں مل سکیں گی۔

البتہ شیعوں کے علاوہ جو دیگر فرقے ہیں ان میں توحید سے لیکر قیامت تک اور نماز سے لیکر جہاد تک بعض عجیب وغریب خلاف عقل ونقل باتیں ملیں گی مثلاً دیوبندی حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے علاوہ باقی سب مشرک ہیں لیکن وہ خود امکانِ کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی کے رسالے ''یکروزی ص ۱۲۵ پر صاف موجود ہے۔ ''خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں جو ''فتاویٰ رشیدیہ'' کے نام سے مشہور ہے ص ۲۵ طبع دہلی پر صاف لکھا ہے کہ: ''امکانِ کذب باین معنیٰ کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مثلاً فرعون سے وعدہ ادخالِ نار کا کیا ہے مگر

ادخالِ جنتِ فرعون پر بھی قادر ہے۔''

حالانکہ سورۂ زمر میں صاف موجود ہے:

وَ اللّٰہُ لا یُخلِفُ المِیعاد۔ ''وعدہ کیا اللہ نے اور نہ خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدے کے۔'' یا بخاری شریف میں یہ الفاظ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا قدم جہنم میں ڈال دے گا۔

اور شرح ''فقہ اکبر'' طبع کراچی ص ۱۴۸ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں: فقد نقل ان الامام ابا حنیفہ قال رأیت ربّ العزۃ فی المنام تسعاً و تسعین مرّۃً ثم راہ مرّۃ اُخریٰ تمام المِائۃ

''یعنی حضرت امام ابوحنیفہ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو خواب میں سو مرتبہ دیکھا۔''

امام ابن تیمیہ نے جو اہل حدیث اور دیوبندی دونوں کے مقتدا ہیں کا کرسی پر بیٹھ کر یہ کہنا کہ خدا بھی اسی طرح کرسی پر بیٹھتا ہے۔ جس طرح میں بیٹھا ہوں اور اُس کی کرسی بھی اسی طرح چوں چوں کرتی ہے۔ جس طرح میری اس سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا توحید حقیقی سے کہاں تک تعلق ہے؟

ان باتوں کو کہاں تک احاطہ تحریر میں لایا جائے، مختصراً شیعہ ان نظریات کو توحید باری تعالیٰ کے منافی سمجھتے ہیں اور جب توحید ہی کا یہ عالم ہے تو

خشتِ اول چون نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

شیعوں کے علاوہ کوئی اور فرقہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے عادل ہونے کو تو قائل ہی نہیں، اصولِ دین و ایمان میں عدل شیعت کی پہچان ہے۔ اہلِ حکومت (؟) نے عدلِ خداوندی کو کیوں چھوڑا؟ ذرا مولانا شبلی کی زبانی سُنیے وہ اپنی کتاب ''علم الکلام'' ص ۲۵ طبع کراچی پر تحریر فرماتے ہیں:

''اختلاف عقاید کے اگر چہ یہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتدا پالیٹکس سے یعنی ملکی ضرورت سے ہوئی، بنی اُمیہ کے زمانے میں چونکہ سفّاکی کا بازار گرم رہتا تھا، طبیعتوں میں شورش پیدا ہوئی لیکن جب شکایت کا لفظ کسی کی زبان پر آتا تھا تو طرفدارانِ حکومت یہ کہہ کر اس کو چپ کرا

دیتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے، ہم کو دم نہیں مارنا چاہیئے۔

"اٰمنّا بالقدرِ خیرِہٖ وَ شرِّہٖ"

نُبوّۃ کے بارے میں تو مخالفینِ شیعہ نے عجیب عجیب روایات گھڑ لیں، مثلاً بخاری و مسلم میں ہے: "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یکذب ابراھیم علیہ السلام الّا ثلاث کذبات."

"حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین جھوٹ بولے۔"

لیکن جب اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے تو سیّدنا ابراہیم علیہ السلام تو نبی ہی ہیں!! اس قسم کی روایات شیعوں کے مخالفین کی کتب میں بے شمار ہیں، مناظرہ مقصود نہیں صرف حقیقت کا اظہار مطلوب ہے۔ اور پھر حضرت عمرؓ نے آخری وقت میں جو حضورؐ کے متعلق فرمایا، اسے احاطۂ تحریر میں لانے کی ضرورت نہیں، رہے انبیاء علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین تو ان کے بارے میں امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ کا فتویٰ شرح فقہ اکبر طبع کراچی ص ۱۲۸ پر ان الفاظ میں موجود ہے:

"وَ الدا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ماتا علی الکفر ھذا ردّ علی من قال انھما ماتا علی الایمان."

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین نے کفر پر وفات پائی یہ اس پر رد ہے جو کہتا ہے کہ انہوں نے ایمان پر وفات پائی۔

رہا مسئلہ امامت تو یہ تو اپنی تمام صفات کے ساتھ شیعیت کے ساتھ مخصوص ہے رہے غیر شیعہ تو بخاری شریف میں موجود ہے:

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص اپنے امیر میں کوئی برائی دیکھے اور اس سے ناگواری محسوس کرے اسے صبر سے کام لینا چاہیئے کیونکہ جو شخص بالشت بھر بھی جماعت سے باہر ہوا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اور اسی بُخاری و مسلم میں موجود ہے:

"نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مطیع کی طرف آئے، ایام ۶۳ھ میں یزید بن معاویہ کے زمانے میں جب لوگ یزید کی بیعت توڑ رہے تھے۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ حضرت ابنِ عمر کے لیے تکیہ لاؤ۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: میں تمھارے پاس بیٹھنے کیلئے نہیں آیا بلکہ تمھیں تو ایک حدیث سُنانے آیا ہوں کہ میں نے رسول اللہؐ سے خود سُنا ہے کہ جو شخص اطاعت امیر سے ہاتھ کھینچ لے گا یعنی اس کی بیعت توڑ دے گا، قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے آئیگا تو اس کے پاس حُجت اور بُرہان نہ ہوگی اور جو شخص مرگیا درآں حالیکہ اس کی گردن میں امیر کی بیعت نہیں وہ جہالت کی موت مرگیا۔"

چلیے حضرت امام حسینؑ پر تو جو فتویٰ عائد کرنا تھا کر دیا مگر عبداللہ بن زبیر تو صغار صحابہ میں سے ہیں اور اگر اصحابی کالنجوم بھی صحیح ہے تو ان کی کیا پوزیشن ہے؟

اسی طرح آپ مخالفینِ شیعہ کے تمام اصول و عقائد کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ زیرنظر کتاب لیلیہ حضرت علامہ حافظ محمد باقر المجلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، مجلسی علامہ ان معنوں میں نہیں ہیں جن میں یہ لفظ آج کل ہر کس و ناکس کے لیے استعمال ہو رہا ہے بلکہ بقول مرحوم مرزا محمد تنکابنی: "علامہ مصطلح است دریں کہ جامع علم منقول و معقول باشد"

"علامہ مجلسی ۱۰۳۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۱۰ھ میں انتقال فرما گئے۔ آپ سینکڑوں کتابوں کے مؤلف و مصنف ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب "بحار الانوار" کے آپ ہی جامع ہیں۔ یہ کتاب حال ہی میں ایران میں سو جلدوں میں نسخ ٹائپ میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب کا ظاہر و باطن دیدہ زیب ہے۔ علامہ مجلسی نے اپنی اس کتاب میں دیگر کتابوں کی طرح ہر قسم کی صحیح، ضعیف حسن وغیرہ احادیث کو درج کر دیا ہے اس لیے اس فن کا ماہر ہی براہ راست اس سے استفادہ کر سکتا ہے:

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مجلسی کے زمانے میں بھی شیعوں پر اسی طرح الزام تراشی کی جاتی تھی جس طرح آج کل، آپ صحیح عقاید اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کتاب کے مطالعہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے زمانے میں صوفیا حضرات اسلامی عقاید سے ہٹتے جا رہے تھے اور انھوں نے بعض من گھڑت اوراد و وظائف کو اصل دین سمجھا ہوا تھا کچھ اسی طرح جیسا کہ آج کل ہمارے ملک میں بعض نام نہاد صوفیا کر رہے ہیں مزارات پر بعض ایسے افعال شنیعہ ہو رہے ہیں جن کا شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مزارات کہ جنھیں دیکھ کر آخرت یاد آنی چاہیے تھی یہ عجیب اتفاق ہے کہ وہاں جا کر آخرت بھول جاتی ہے۔

کچھ مترجم کے بارے میں:

اس کتاب کا ترجمہ حضرت العلامہ استاذ العلماء حجۃ الاسلام مولانا الحاج محمد حسین صاحب قبلہ نجفی دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے۔ مولانا موصوف قوم کے جٹ ہیں اور ڈھکو شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں جہانیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، والد کا نام تاج الدین تھا، ابتدائی تعلیم ثانوی کلاسوں تک دنیاوی مدارس میں پائی پھر ذہن پر علم دین کا غلبہ ہوا اور ایک شیعہ دینی مدرسہ محمدیہ جلالپور ننگیانہ ضلع سرگودھا میں داخلہ لیا جہاں حضرت مولانا علامہ سید محمد یار شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا اور بدھ رجبانہ ضلع جھنگ میں استاذ العلماء مولانا محمد باقر صاحب نقوی مرحوم سے کسب فیض کیا ۱۹۵۳ء میں امتیازی طور پر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۰ء تک نجف اشرف میں رہ کر دینی تعلیم کی تکمیل کی وہاں کے اساتذہ میں آیۃ اللہ سید جواد تبریزی، آیۃ اللہ سید ابوالاعلیٰ سبزواری، آیۃ اللہ محسن الحکیم اور حضرت آیۃ اللہ بزرگ تہرانی صاحب قابل ذکر ہیں۔

آپ نے حسب دستور دیے ہوئے عنوان پر عربی زبان میں رسالہ لکھا اور یوں درجۂ تخصص کو بھی طے کر لیا۔ تخصص کے لیے ہماری زبان میں "علامہ"۔ "ڈاکٹر"۔ اور "پی ایچ ڈی" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں جب وطن مراجعت فرمائی تو اس وقت مرکزی دینی درسگاہ دارالعلوم محمدیہ سرگودھا کے مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے، ۱۹۷۱ء تک برابر گیارہ سال اس خدمت کو بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے، بعد ازاں بوجوہ چند در چند استعفیٰ پیش کر دیا، اس کے بعد سے آپ کو پھر کئی مرتبہ اس عہدے کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اب آپ نے ۲۲

کنال ۸ مرلے زمین سرگودھا میں حاصل کی ہے جس پر جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ تعمیر ہو رہا ہے اور برابر منازلِ ترقی طے کر رہا ہے اور مومنین کرام خصوصی توجہ فرما رہے ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مؤلف اور مترجم ہیں جن میں سے بعض حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ رسالہ اصلاح المحافل والمجالس:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس رسالے پر بہت لے دے ہوئی اس رسالے کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں تیسرا ایڈیشن اسلام آباد سے فاضل نوجوان مولانا سید محمد ثقلین صاحب کاظمی مدظلہ، نے اس رسالے کی تلخیص کی صورت میں افادہ عام کیلئے شائع کرایا ہے۔

۲۔ احسن الفوائد فی شرح العقائد:

حضرت شیخ صدوق کی کتاب اعتقادیہ کی اُردو شرح ہے عقلی اور نقلی استدلال سے پُر ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ:

احسن الفوائد فی شرح العقائد کے ایک باب پر جو تفویض پر مشتمل ہے پر بعض شیخی خیالات کے افراد نے علوم اھل بیت سے تہی دامن ہونے کی وجہ سے اعتراضات کیے تھے، یہ کتاب ان کے جوابات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں شیخیوں کے مقابلے میں شیعیوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔

۴۔ اثبات الامامت:

اس کتاب میں ائمہ اثناء عشر علیہم السلام کی امامت کو نصوص کتابِ وسنت کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔

۵۔ سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین:

مستند واقعاتِ کربلا پر مشتمل ہے، کیا ہی بہتر ہوتا اگر اس کتاب میں واقعات کربلا کے عادل عینی شاھد کی روایات بھی قلمبند کر دی جاتیں تا کہ اس مقدمے کو عدالت میں لے جانا آسان ہو جاتا۔

۶۔ تنزیہہ الامامیہ:

پیر قمر الدین صاحب سیالوی نے شیعوں کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام "مذہب شیعہ تھا۔" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب کو شیعیت تو خیر اپنے گھر کے بارے میں بھی کچھ علم نہیں۔ یہ کتاب اس کی رد میں لکھی گئی ہے۔

۷۔ تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت:

"آفتاب ھدایت" کرم دین صاحب ضلع چکوال کی تالیف ہے، جو شیعوں کے خلاف انتہائی دل آزار انداز میں لکھی گئی ہے مولوی کرم دین صاحب مسلکاً بریلوی حنفی تھے۔ "سیف الملوک" کے مولف محمد بخش کھڑی شریف المتوفی ۱۹۱۱ء نے ایک کتاب "ہدیۃ المسلمین" دیوبندیوں کے خلاف لکھی تھی، اس کتاب پر مولوی کرم دین صاحب آف بھیں کی تقریظ بھی شامل ہے چنانچہ آپکی تقریظ کے اشعار یہ ہیں؟

ہوا اک فرقہ پیدا کچھ دنوں سے ☆ جو بد باطن، خبیث اور بدزباں ہے
وہ کہلاتے ہیں لامذہب وہابی، ☆ بڑا گمراہ گروہ نجدیاں ہے،
میاں مٹھو ہیں بنتے اپنے منہ سے، ☆ بنا فرعون ہر اک بے سماں ہے

("ہدایۃ المسلمین" ص۱۳۲)

مجھے اس وقت کرم دین صاحب کے مذہب سے بحث نہیں کرنی ان کا مذہب تو "تذکرہ علمائے اہل سنت" اور "تاریخ احمدیت" جلد۲ میں دیکھا جا سکتا ہے بلکہ بتانا یہ ہے کہ ان کے صاحبزادے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بڑی ڈھٹائی سے "آفتاب ہدایت" کے جدید ایڈیشن میں اپنے والد کو دیوبندی مسلک کا تابع لکھ مارا ہے۔

"تجلیات صداقت"۔ "آفتاب ھدایت" کا جواب باصواب ہے جو چکوال ضلع جہلم سے انجمن حیدریہ کے نوجوان کارکن جناب سید نیر حسین صاحب نقوی نے شائع کی ہے۔ البتہ قاضی مظہر حسین نے اس کتاب پر مختصر تبصرہ بھی کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اور تجلیات صداقت کے اگلے ایڈیشن میں اس تبصرہ پر بھی تبصرہ کیا جا چکا ہے۔

۸۔ ”قوانین الشریعۃ فی فقہ الجعفریہ“:

یہ کتاب انشاء اللہ بہت جلد فقہی ابواب پر مشتمل شائع ہونے والی ہے۔ (بفضلہٖ تعالیٰ کئی بار طبع ہو چکی ہے)

ان کتب کے علاوہ ”تحفہ اثناء عشری“ کا جواب، ردِّ مرزائیت پر ایک کتاب اور فقہ جعفریہ وفقہ حنفیہ کا تقابلی مطالعہ کے عنوان سے بھی ایک کتاب زیرِ تالیف ہے۔ اُمید خاطر ہے انشاء اللہ جلد منصہ شہود پر آجائیں گی۔ ”منیۃ المرید“ کا ترجمہ بھی مولانا نے کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کے سینکڑوں مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تمام علمی کام ایسی حالت میں کیا ہے کہ سال میں شاید صرف ماہِ رمضان المبارک ہی میں گھر بیٹھتے ہیں باقی تمام وقت تقاریر کے سلسلے میں صرف ہو جاتا ہے۔ پاکستان کا شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو، جہاں اس مردِ مجاہد کی آواز نہ پہنچی ہو، کچھ اپنوں نے ذکر کیا کچھ مخالفین نے، گزشتہ دو سالوں سے انگلینڈ مجالس محرم و چہلم کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔

کیا ہی بہتر ہوتا اگر اب علامہ مولانا محمد حسین صاحب قرآن و قرآنیات اور حدیث کی طرف متوجہ ہوں کیوں کہ اُردو زبان میں شیعوں کے ہاں لٹریچر ان موضوعات پر بہت کم ہے۔[1]

احقر العباد سید حسین عارف نقوی اسلام آباد

۴ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۸۰ء۔

---

[1] بحمد اللہ حضرت موصوف اپنی شرعی ذمہ داریوں سے آگاہ ہیں اور قرآن مجید کے ترجمہ و حاشیہ کے علاوہ دس جلدوں میں ایک تفسیر عدیم النظیر فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن بھی مکمل کر لی ہے جسکی آٹھویں جلد پریس سے باہر آگئی ہے۔ اور حدیث میں مشہور کتاب وسائل الشیعہ کا ترجمہ و تحشیہ بنام مسائل الشریعہ بیس جلدوں میں مکمل کیا جو برابر چھپ رہا ہے نیز حدیث قدسی کے موضوع پر بھی ایک جامع کتاب بنام کواکب مضیۂ در احادیث قدسیہ بھی شائع کی ہے، علاوہ بریں سال بھر کے اعمال و عبادات اور زیارات کے موضوع پر بھی ایک مکمل کتاب بنام زاد العباد لیوم المعاد چھپ رہی ہے۔ اور بفضلہٖ یہ سلسلہ بدستور جاری و ساری ہے۔

ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ (ناشر)۔

باسمہ سبحانہ

گفتار اولین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

آج قوم شیعہ عقائد کے جس بُحران میں مبتلا ہے اور جس پُرآشوب دور سے گزر رہی ہے وہ بموجب "عیاں راچہ بیاں" کسی تشریح و توضیح کا محتاج نہیں ہے۔ آج افراتفری اور انارکی عام ہے اور مرکزیت و تحقیق کا فقدان ہے۔ آج ذاتی خیالات اور ذہنی اختراعات و قیاسات کا نام دینی اعتقادات اور مذہبی ایمانیات رکھا جاتا ہے۔ جہالتِ مرکبہ کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص اپنی عقلی اپروچ کو "معرفت" کا نام دیکر خود عارف المعارف کہلا کر دوسروں پر تقصیر و کوتاہی کا الزام عاید کر رہا ہے اور ہر آدمی شترِ بے مہار کی طرح اپنی ذاتی پسند و ناپسند کو حق و باطل کا معیار قرار دے رہا ہے، یہ نتیجہ ہے اس پُرانی روش و رفتار کا کہ عامۃ الناس صرف جاہل ذاکرین یا عام غیر ذمہ دار مبلغین و مقررین سے عقاید و حقائق دینِ مبین حاصل کرنے کے عادی بن چکے ہیں اور بچپن سے عام سنی سنائی باتوں کو وحی منزل کا درجہ دیتے ہیں اور ان کو عقلی و فکری تنقید کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور علوم اہلبیت کی روشنی میں علماء اعلام کی لکھی ہوئی کتب کلامیہ ان کی نظروں سے اوجھل ہیں کیونکہ عوام الناس کی اُن تک رسائی نہیں ہے اور نام نہاد اکثر خواص ان کے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، ان حالات میں ہم بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان ناگفتہ بہ حالات کی اصلاح کا احسن و عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی قوم کے سامنے

علم عقاید وکلام میں اپنے علماء اعلام کی لکھی ہوئی علمی وتحقیقی کتابوں کے اُردو میں تراجم وخلاصے پیش کیے جائیں تاکہ طالبانِ رُشد وھدایت کے لیے حق وحقیقت کا دروازہ کھل جائے اور دوسرے عام لوگوں پر بھی اتمام حجت ہو جائے۔

لیھلک من ھلک عن بینة و یحیٰ من حی عن بینة

چنانچہ کچھ عرصہ پہلے ہم بفضل اللہ تعالیٰ رئیس المحدثین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے لکھے ہوئے اعتقاداتِ شیعہ کا ترجمہ اور اس کی محققانہ مفصل شرح ”احسن الفوائد فی شرح العقائد“ کے نام سے قوم وملت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور وہ کتاب بعونہٖ تعالیٰ قبولِ عام کی سند دوام حاصل کر چکی ہے اور چونکہ وہ بڑی ضخیم اور علمی وتحقیقی کتاب ہے نیز قدرے مشکل اور غامض حقائق پر مشتمل ہے اور ہر شخص کی ذہنی سطح اس قدر بلند نہیں کہ اس سے کما حقہ، استفادہ کر سکے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ تمام عقایدِ امامیہ اثناء عشریہ کا مختصر مگر جامع خاکہ بعض اساطین مذہب کے قلم سے پیش کیا جائے تو اس سلسلہ میں ہماری نظرِ انتخاب مروج المذہب والدین، فخرۃ العلم والعلماء الربانیین العالم الربانی حضرت علامہ محمد باقر المجلسی الاصفہانی اعلی اللہ مقامہ کے رسالہ شریفہ معروف بہ رسالۂ لیلۃ اعتقادیہ پر پڑی جو باوجود مختصر ہونے کے تمام بنیادی عقاید ومعارف اور زندگی گزارنے کے زریں اصولوں پر مشتمل ہے۔ سرکار علامہ بھی کچھ ایسے ہی حالات سے دوچار تھے، جن حالات سے ہم دوچار ہیں۔ سرکار نے درحقیقت کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ حضرت علامہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ یہ وہی سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمہ ہیں جن کے مذہبی وملی خدمات جلیلہ کے پیشِ نظر شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے ”تحفہ اثناء عشریہ“ میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ ”اگر بنامند دین شیعہ را دین مجلسیؒ ہر آئینہ درمحل خواہد بود“ (اگر مذہب شیعہ کو مجلسی کا مذہب کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔)

بہر نوع ہماری تازہ پیشکش اسی رسالۂ جلیلہ کا رواں دواں اور مطلب خیز ترجمہ ہے جو جا بجا مفید حواشی سے مزین ومرصع ہے۔ ہمیں اپنی قوم کے علم ومذہب دوست طبقہ سے رجاء

واثق وامیدِ کامل ہے کہ ہماری اس تازہ علمی پیشکش کو بنظرِ استحسان وامتنان دیکھیں گے اور اس کو وہ مقام دیں گے جس کی وہ مستحق ہے۔ واضح رہے کہ علماء متقدمین میں رئیس المحدثین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ عدیم المثال عالم دین ہیں اور علماء متاخرین میں غواصِ بحار الانوار حضرت علامہ مجلسی عدیم النظیر فاضل متین ہیں ہم نے دونوں بزرگواروں کے محنت شاقہ سے اللہ سبحانہ کے قرآن اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کے کلام حق ترجمان کی روشنی میں پیش کردہ عقائد اسلام وایمان ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں تاکہ عوام اور خواص پر حجت تمام ہو جائے تاکہ کل فردائے قیامت کوئی بدعقیدہ آدمی کوئی عذر و بہانہ پیش نہ کر سکے اور ہم پر عقائد وافکار میں جدت وحدت کا الزام نہ لگا سکے واللہ من وراء القصد۔

وانا الاحقر محمد حسین النجفی عُفِیَ عَنہُ

۲۵ فروری ۱۹۸۰ء بمطابق

۸ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

تاریخ نظرِ ثانی برائے طباعت ثالثہ

۱۳ اگست ۲۰۰۵ء ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ

بروز بدھ بوقت پونے چار بجے دن

والحمد للہ

رسالة الاعتقادات للعلاّمه المجلسی علیه الرّحمه

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی سهّل لنا سلوک شرائع الدّین و اوضح اعلامهٔ و بیّن لنا مناهج الیقین فاکمل بذلک علینا انعامه و خصّنا بسیّد انبیائه و نخبة اصفیائه فاستنقذنا به من شفاجرف الهلکات و بصّرنا به طریق الارتقاء علی اعالی الدّرجٰت و اکرمنا باهل بیت نبیّه سادات البشر و شفعاء یوم المحشر فنوّر قلوبنا بانوار هدایتهم و شرح صُدُورنا باسرار محبّتهم صلوات الله علیهم ابد الأبدین و لعنة الله علیٰ اعدائهم اجمعین ه اما بعد فیقول المشتاق الی ربّه الغافر ابن محمد تقی محمد باقر اوتیاکتابهما یمیناً و

اعتقادات الامامیه فی ترجمة الرّسالة اللّیلیة

بِسم الله الرحمن الرحیم

و به نستعین و نصلّی و نسلم علی رسوله الکریم واله الطّاهرین ونلعن علی اعدائهم اجمعین من یوم عداوتهم الیٰ یوم الدّین بل ابدا الأبدین و دهر الداهرین.

امابعد اس کار علامہ مجلسی علیہ الرحمہ خطبہ مسنونہ کے (بعد جو کہ حمد خدا و ثناء مصطفیٰ اور مدح ائمہ ھدیٰ پر مشتمل ہے) فرماتے ہیں کہ اپنے ربّ غافر کی رحمت و مغفرت کا مشتاق محمد باقر ابنِ (فاضل) محمد تقی (مجلسیؒ) خدا دونوں باپ بیٹے کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دے اور ان کا حساب آسان فرمائے، کہتا ہے کہ مجھ سے اس شخص نے خواہش کی جسے خدائے رحیم نے رُشد و ھدایت کے راستوں کے طلب کرنے کی راہنمائی فرمائی ہے اور جس کے دل و دماغ میں قیامت کا خوف ودیعت فرمایا ہے کہ میں اس کے لیے وہ جادۂ رُشد و ھدایت واضح و آشکار کروں جو خدائے رحمٰن نے (از راہِ لطف و امتنان) اس پُر آشوب زمانہ

حوسبا حساباً یسیراً انه قدسئلنی بعض من هداه الله الی طلب مسالک الحق والرشاد و اودع لہ خوف المعاد ان ابیّن له ما هدانی الله تعالیٰ الیه من طریقة النّجاة فی هذا الزّمان الذی اشتبه علی الناس الطرق و اظلم علیهم المهالک و استحوذ الشّیطٰن علی اولیائه فاوردهم المهالک فنصب الشیطن و احزابه من الجنّ و الانس علی طریق السّالکین الی الله فخوفهم یمیناً و شمالاً وسولوالهم علی مثال الحق بدعة و ضلالاً فوجب علیّ ان ابین له مناهج الحق والنّجاة باعلام نیّرة و دلائل واضحة و ان کنت علی وجل من فراعنة اهل البدع و طغیانهم.

فاعلمو یا اخوانی انی لا اخونکم نصحاً و لا اطوی عنکم کشحاً فی بیان ماظهر لی

میں مجھ پر واضح و عیاں کیا ہے، جس میں لوگوں پر (حق کی) راہیں مشتبہ اور ہلاکت گاہیں تیرہ و تار ہو گئی ہیں اور شیطان اپنے دوستوں پر پوری طرح مسلط ہو گیا ہے، چنانچہ وہ ان کو چاہِ ہلاکت میں ڈال رہا ہے، اور اس نے اور اس کے جنی و انسی اعوان و انصار نے اللہ والوں کے راستے پر ڈیرے ڈال دیے ہیں اور ان کو ادھر اُدھر بھٹکا رہے ہیں اور اُن کی نظروں میں بدعت و ضلالت کو حق و حقیقت کے لباس میں پیش کر رہے ہیں، ان حالات میں مجھ پر واجب تھا کہ میں اس کے لیے (بلکہ ہر طالبِ رُشد و ھدایت کے لیے) حق اور نجات کو روشن نشانوں، واضح دلیلوں اور غیر مبہم بیانوں کے ساتھ کھول کر بیان کروں، اگرچہ (ایسا کرنے سے) مجھے بدعتی لوگوں کے فرعونوں سے (ذاتی نقصان وزیان کا) خطرہ دامن گیر ہے، (مگر اظہار حق کے سلسلہ میں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے)

میرے دینی بھائیو! اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میں تمھیں نصیحت کرنے میں کسی قسم کی کمی و کوتاہی نہیں کروں گا اور جو کچھ حق و صدق مجھ پر ظاہر و آشکار ہوا ہے اُس کے اظہار میں کسی قسم کی پہلو تہی نہیں کروں گا،

من الحق و ان رغمت منه المراغم و لا اخاف في الله لومة لائم.

يا اخواني لا تذهبو شمالاً و يميناً و اعلموا يقيناً ان الله تعالىٰ اكرم نبيّهٗ محمدًا و اٰلهٖ سلام الله عليهم ففضّلهم على جميع خلقهٖ و جعلهم معادن علمهٖ و حكمتهٖ فهم المقصودون في ايجاد عالم الوجود المخصوصون بالشّفاعة الكبرىٰ و المقام المحمود و انهم وسائط فيوض الله تعالىٰ في هذه النّشاة والنّشاة الاخرىٰ اذهم القابلون

اگرچہ یہ حقائق بعض لوگوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزریں کیوں کہ میں خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتا[۱]

سرکارِ محمد و آلِ محمد کا مقدس تذکرہ:

برادرانِ ایمانی! اِدھر اُدھر نہ بھٹکو اور بالیقین جان لو کہ سرکارِ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی عزت و عظمت اور مجد و کرامت کا یہ عالم ہے کہ خداوندِ عالم نے ان کو اپنی تمام مخلوق پر افضلیت و برتری عطا فرمائی ہے اور ان کو اپنے علم و حکمت کا خزینہ دار قرار دیا ہے۔ یہی وہ ذواتِ مقدسہ ہیں جو اس عالمِ وجود کے ایجاد و تخلیق کا مقصودِ اصلی ہیں اور یہی ذواتِ عالیہ شفاعتِ کبریٰ و مقامِ محمود کے ساتھ مخصوص ہیں اور یہی نفوسِ زاکیہ عالمِ دُنیا اور عالمِ آخرت میں بندوں تک خداوندِ عالم کے فیض و برکات کے (پہنچنے) کا وسیلہ و ذریعہ ہیں کیونکہ یہی بزرگوار (بلا واسطہ فیوضِ الٰہیہ اور

---

[۱] اور یہی اس گنہگار مترجم و شارح کا مسلک اور نظریہ ہے جس پر اس کی زندگی کے تمام احوال و افعال، افکار و انظار اور اس کے جملہ لیل و نہار شاہدِ صادق ہیں، گویا کہ کوئی ہاتفِ غیبی اسے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

خدا رکھے سروں پر قوم کے سایہ ترا دائم
کئے جا خدمتِ دیں لا تخف من لومۃ لائم
(منہ عفی عنہ)

للفيوض الا لٰهية والرحمات القُدسيه و بتوسطهم (وبطفيلهم) تفيض الرحمة على سائر الموجودات و هذه الحكمة فى لزوم الصّلوة عليهم و التوسّل بهم فى كل حاجة لا نه اذا صلى عليهم لا يرد

لان المبدأ فياض و المحلّ قابل و بركتهم تفيض على الدّاعى بل على جميع الخلق

رحماتِ قُدسیہ کے قبول کرنے کی اہلیت و لیاقت رکھتے ہیں، پھر ان کے توسط و طفیل سے باقی موجودات پر رحمتِ ایزدی کا فیضان ہوتا ہے[1]۔

طلبِ حاجت کے وقت (یعنی اس سے پہلے اور اس کے بعد) ان حضرات پر درود و سلام بھیجنے اور ان کے ساتھ توسّل حاصل کرنے میں یہی حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ دُعا مستجاب ہو جائے اور مقصد بر آری ہو جائے کیونکہ ان پر درود و سلام بھیجنے کی درخواست تو کبھی ردّ نہیں ہوتی کیونکہ مبداء (ذاتِ اَحَدِیّت) فیاض و جواد ہے اور محل (یہ ذواتِ مقدسہ) قابل ہے (پھر درخواست منظور کیوں نہ ہو، اور یہ بات ذاتِ احدیت کے شایانِ شان نہیں ہے کہ دعا کے ابتدائی اور انتہائی حصہ کو تو قبول فرمائے اور درمیانی حصہ

---

[1] بعض فاسد العقیدہ لوگ سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا کلام کو بموجب تاویل القول بمالا یرضی بہ قائلہ، اپنے اس عقیدۂ باطلہ کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں کہ ائمہ اطہار کے واسطۂ فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ”یہ ذواتِ مقدسہ خدا سے لیتے ہیں اور بندوں کو دیتے ہیں“ یا یہ کہ ”یہ بزرگوار خلق و رزق میں واسطہ و آلۂ خداوندی ہیں یعنی ان کے ہاتھ سے خدا خلق و رزق کا کام انجام دیتا ہے۔“ حالانکہ اگر سرکار علامہ کے اس پورے کلام میں معمولی سا بھی غور کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ کے واسطۂ فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات باعثِ تخلیقِ موجودات و علتِ غائی ممکنات ہیں یعنی خداوند عالم نے ثریٰ سے ثریا تک اور عرش سے فرش تک جو کچھ پیدا کیا ہے وہ سب ان کی برکت اور ان کے طفیل پیدا کیا ہے یعنی اگر خداوند عالم کو ان ذواتِ قادسہ کا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو کائنات کی کوئی بھی چیز کتمِ عدم سے نکل کر عرصۂ وجود میں کبھی قدم نہ رکھتی

امثل لکم مثالاً تقریباً الی افهامکم مثلاً اذ جاء کردی او اعرابی جاهل غیر مستاهل للاکرام الیٰ باب السلطان فامر له السلطان ببسط الموائد و انواع الکرم و الفوائد ینسبه العقلاء الی قلّة العقل و سخافة الرائی بخلاف ما اذا بسط ذالک لا حد من مقرّبی حضرته او وزرائه او امرائه فاجابه فحضر الکردی اوالاعرابی تلک المائدة فاکل یکون مستحسناً بل لواکل منه آلاف امثاله یعدّ .

کو رد کردے) اور ان کی برکت کا فیضان نہ صرف اس دُعا کرنے والے پر بلکہ تمام مخلوقِ خدا پر برابر جاری و ساری ہے۔ مذکورہ بالا مطلب کو تمہارے ذہن نشین کرانے کیلئے میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ فرض کرو ایک کُردی یا کوئی جاہل بدّو جو کسی قسم کے اکرام و احترام کے لائق نہیں ہے، بادشاہ کے دروازے پر حاضر ہو اور بادشاہ اس کا اکرام و احترام کرے، اس کے لیے دستر خوان بچھائے اور اس پر مختلف انواع و اقسام کے کھانے چنوائے تو عقلائے روزگار اس بادشاہ کو کم عقل اور سیئی الرائے قرار دیں گے، بخلاف اس کے اگر وہ یہ سارا انتظام و اہتمام اپنے کسی خاص مقربِ بارگاہ یا اپنے کسی وزیرِ باتدبیر یا کسی امیرِ کبیر کے لیے کرے اور پھر کھانے کے وقت کوئی کُردی یا بدّو آکر کھانے میں شریک ہوجائے بلکہ اگر ایسے موقع پر ایسے ہزاروں آدمی بھی آکر اس ضیافت میں شامل ہوجائیں (اور ان کو روکا نہ جائے) تو یہ بات بادشاہ کے لیے قابلِ تعریف سمجھی جائے گی اور

جیسا کہ سرکارِ علامہ نے بادشاہ اور بدّو کی ضیافت والی مثال سے اس مطلب کی پوری پوری وضاحت کردی ہے اور اس سے علامہ مرحوم کی حوض والی تمثیل کا مفہوم بھی واضح ہوجاتا ہے۔ (جو سرکار موصوف نے ذرا آگے چل کر پیش کی ہے) اس سے بطور استعارہ اصل مقصد ان حضرات کا علتِ غائی ممکنات ہونا ثابت کرنا ہے وبس اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ

من جميل الكرم بل ربما يعدّ منعه قبيحاً وايضاً كما كنا في غاية البعد عن جناب قدسه و حريم ملكوته و ما كنا مرتبطين بساحة	اس کے سخاوتی کارناموں میں شمار ہو گی، بلکہ ایسے موقع پر ایسے حقیر لوگوں کو روک دینا قابلِ ملامت فعل سمجھا جاتا ہے۔ **ضرورت وسیلہ وفلسفۂ بشریت انبیاء:** چونکہ ہم لوگ طبعی کثافتوں کی وجہ سے خداوند قدوس (جو کہ تجرد ولطافت کے آخری درجہ رفیعہ پر فائز ہے) کی ساحتِ قدس سے بہت دُور ہیں اور ہم جیسی حقیر اور عزت و

بزرگوار خدا سے لیتے اور مخلوق کو دیتے ہیں، یعنی نظام عالم کو خود چلاتے ہیں اور خلق و رزق میں خدا کے آلات و اسباب ہیں۔ یہ مطلب بالکل باطل و عاطل ہے چنانچہ عالمِ جلیل آقائے سید عبدالحسین اپنی کتاب 'الکلم الطیب' جلد ۱ ص ۱۱۹ طبع اصفہان پر لکھتے ہیں:

"واسطۂ فیض بودن باین معنی کہ از خدا بگیرند و بخلق بدہند، چنانچہ بعضے گمان کردہ اند درست نیست نہ تنہا دلیلے برائے اثبات آں مدعا ندارند بلکہ ادلۂ برخلاف آں قائم است و ایں عقیدہ باتوحید افعالی منافات دارد۔" یعنی ائمہ اطہار کا بایں معنی واسطۂ فیض ہونا کہ خدا سے لیتے ہیں اور خلق کو دیتے ہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے درست نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کہ اس مطلب کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف دلائل قائم ہیں، یہ عقیدہ توحید افعالی کے منافی ہے۔ "سید العلماء مولانا سید حسینؒ لکھنوی نے "حدیقۂ سلطانیہ" جلد ۳ ص ۱۹۱ طبع لکھنؤ پر واسطۂ فیض بمعنی مذکور کی نفی کو ضروریاتِ دین سے قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "نفی واسطہ فی الخلق از ضروریات دین است" اور اسی جلد کے ص ۱۷۸ پر اس عقیدۂ باطلہ کو کفر قرار دیا ہے۔ "در روایاتِ دیگر ماثور است کہ قول آنکہ واسطہ کفر است" ان حقائق کی روشنی میں واضح و آشکار ہو گیا کہ ان ذواتِ عالیہ کے وسیلہ و واسطہ ہونے کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہ علتِ غائی ممکنات اور اصل مقصود کائنات ہیں اور ان کے توسل و طفیل سے بارگاہِ الوہیت میں دعائیں قبول، عبادات مقبول اور حاجات پوری ہوتی ہیں اور انھی کے صدقہ سے اہلِ عالم کو اللہ کی سرکار سے سب کچھ مل رہا ہے۔ (منہ عفی عنہ)

عزّہ و جبروتہ فلا بدان یکون بیننا و بین ربنا سفراء و حجب ذوواجهاتٍ قدسية و حالات بشرية يكون لهم بالجهات الاولىٰ ارتباط بالجناب الاعلىٰ ياخذون منه الحكم و يكون لهم بالجهات الثانية مناسبة للخلق يلقون اليهم ما اخذوا عن ربهم فلذا جعل اللّٰه تعالىٰ سفرائهٗ و انبيائهٗ ظاهراً من جنس البشر و باطناً مبايناً عنهم في اطوارهم واخلاقهم و نفوسهم

عظمت سے تہی دست اور فقیر مخلوق کا براہ راست) اس کی بارگاہ عزت و جبروت سے کوئی ربط و تعلق نہیں ہے اس لیے عقلاً ضروری ہے کہ ہمارے اور ہمارے اس عظیم پروردگار کے درمیان کچھ ایسے سفیر اور وسیلے ہوں جو دوجہے رکھتے ہوں یعنی جہاتِ قدسیہ و رُوحانیہ اور حالاتِ بشریہ و انسانیہ دونوں رکھتے ہوں تا کہ پہلی جہت (قدسی و روحانی) کی بناء پر ذاتِ احدیت سے ان کا رابطہ قائم ہو اور اس سے احکام و مصالح حاصل کر سکیں اور دوسری جہت (بشری و انسانی) کی بناء پر عام مخلوق سے مناسبت رکھتے ہوئے انہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا سکیں، اسی حکمت کے پیشِ نظر خالق حکیم نے اپنے ان سفیروں اور نبیوں کو بظاہر انسانوں کی قسم سے بنایا مگر بباطن اخلاق و اطوار اور نفوس و قابلیات میں ان سے ممتاز و مبائن[1] قرار دیا۔

---

[1] شیخی العقیدہ لوگ اپنے اس خانہ ساز نظریۂ باطلہ کہ سرکار محمدؐ علیہم السلام کی نوع انسانی نوع سے جداگانہ ہے، کو سہارا دینے کیلئے سرکار علامہ مجلسی کے رسالۂ لیلہ اعتقادیہ کی یہ عبارت بھی پیش کیا کرتے ہیں، حالانکہ اگر بہ نظرِ عدل و انصاف دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس عبارت کو ان لوگوں کے اس فاسد عقیدہ کے ساتھ کچھ بھی ربط و تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا صاف و صریح مفہوم یہ ہے کہ یہ ذوات مقدسہ گو ہیں تو انسان مگر اپنے مخصوص روحانی کمالات اور فضائل و معجزات کی بناء پر دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز ہیں اور اس بلندی مقام و رفعتِ شان میں کوئی بھی انسان ان کا شریک نہیں ہے یعنی درجات و مقامات میں اس قدر تفاوت ہے کہ ہم خاک ہیں تو وہ اکسیر، ہم پتھر ہیں تو وہ گوہر ہم سنگِ خارا ہیں تو وہ پارس، ہم

و قابلياتهم فهم مقدسون روحانيون قائلون انما انا بشر مثلكم لئلا ينفر عنهم امتهم و	پس یہ وہ مقدس روحانی بزرگوار ہیں جو کہتے ہیں کہ: ''ہم تم جیسے بشر ہیں'' تا کہ ان کی اُمت ان سے نفرت نہ کرے بلکہ ان سے مانوس ہو اور ان سے (احکام) قبول کرے

ذرہ ہیں تو وہ آفتاب ہم جاہل ہیں تو وہ عالم، ہم ناقص ہیں تو وہ کامل، ہم مثل قالب ہیں تو وہ جانِ عالم اس بات کا کوئی بھی اہل ایمان اعتقاد نہیں رکھتا کہ وہ انسان ہوتے ہوئے تمام حالات، صفات اور کیفیات میں بھی عام انسانوں جیسے ہیں بلکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ باتفاق جمیع حکماء و علماء تمام انواعِ عالم میں سے افضل و اشرف نوعِ انسانی ہے اور یہ بزرگوار اسی اعلیٰ و اشرف نوع کے افضل و اکمل افراد ہیں اس لیے یہ تمام کائنات علوی و سفلی اور ارضی و سماوی سے اشرف و اعلیٰ و افضل ہیں، اسی مطلب کو سرکار علامہ نے ''بحار الانوار'' جلد ۵ ص ۱۱ طبع قدیم پر بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ بشریت انبیاء کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فاحب و اقتضیٰ حکمته البالغة ان یعرف خلقه بالتوحید و یخصوه به و لم یکن ذالک ممکنا الّا بارسال الرّسل لما قد تمهد من کمال علوه و نهایة سموه و انحطاط درجة المکلفین و جهلهم و عجزهم فلذا جعل بینه و بین خلقه سفراء یفیض علیهم من جهة کمالهم و یفیضوا علی الخلق من جهة بشریتهم و مجانستهم الخ

یعنی خدا کی حکمتِ بالغہ نے چاہا کہ اپنی مخلوق کو اپنی توحید کی معرفی کرائے تا کہ وہ اس کی توحید کے قائل ہو سکیں اور یہ امر رسولوں کے بھیجے بغیر ممکن نہ تھا کیونکہ وہ جلال و رفعت اور عزت و عظمت کے آخری بلند مرتبہ پر فائز ہے اور مخلوق عجز و قصور اور جہل و نادانی کے انتہائی پست درجہ پر ہے اس لیے اس نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان کچھ ایسے سفیر مقرر فرمائے ہیں جن کے (روحانی) کمال کی وجہ سے خدا ان پر (احکام کا) فیضان کرتا ہے اور وہ اپنی بشریت اور مجانست کی وجہ سے (ان احکام و اوامر کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں، اس بیان غیر الترجمان سے واضح و عیاں ہو گیا کہ اس امتیاز و مباینت سے صفات و کمالات میں مباینت مراد ہے نہ کہ

يقبلوا منهم و يأنسوا بهم لكونهم من جنسهم و شكلهم و اليه يشير قوله ولو جعلناه ملكاً لجعلناه بشراً و للبسنا عليهم ما يلبسون.

کیونکہ وہ (انبیاء و اوصیاء) اسی (اُمّت) کی قسم سے ہیں اور اسی کی شکل و صورت پہ ہیں۔ خداوند عالم کے اس ارشاد میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ: اگر ہم کسی فرشتہ کو نبی بناتے تو بھی مرد بنا کر بھیجتے۔

ذات و ماہیت میں، نیز مخفی نہ رہے کہ سرکار علامہ یا دیگر علماء اعلام کے کلام میں وارد شدہ لفظ جنس سے اس کے لغوی معنی (قسم) مراد ہیں نہ کہ منطقی معنی کما لا یخفی علیٰ مالۂ ادنیٰ المام بکلام العلماء الاعلام، الغرض یہ کہنا کہ ان ذواتِ مقدسہ کی نوع انسانی نوع سے جدا ہے، یہ نظریہ قرآن کریم، تعلیماتِ معصومین، مسلماتِ عقل سلیم اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے اس لیے یہ عقیدہ رکھنا موجب ضلالت و گمراہی ہے۔ اس فاسد نظریہ کے ایجاد و اختراع کا سہرا شیخ احمد احسائی کے سر ہے جو تمام شیعی مراجع عظام و فقہائے کرام کے نزدیک ضال بھی ہے اور مضل بھی، اس مسئلہ کی تمام تفاصیل دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب "اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ" کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

و به يمكن تفسير الخبر المشهور فى العقل بان يكون المراد بالعقل نفس النبىؐ و امره بالاقبال عبارة عن الطلب الى مراتب الفضل والكمال و القرب والوصال و ادباره عن التوجّه بعد الوصول الى اقصىٰ مراتب الكمال الى التنزّل من تلك المرتبة و التوجّه الى تكميل الخلق

و يمكن ان يكون قوله قد انزل الله اليكم رسولاً مشيراً اليه بان يكون انزال الرسول كنايةً عن تنزّله من تلك الدّرجة القصوىٰ التى لا يسعها ملك مقرب و لا نبى مرسل الىٰ معاشرة الخلق و هدايتهم و موانستهم فكذالك فى اضافة سائر الفيوض و

اور اسی بیان سے اس مشہور روایت کی تفسیر بھی ممکن ہے جو عقل کے متعلق وارد ہے۔ (جس میں مذکور ہے کہ خالق اکبر نے عقل کو خلق کرنے کے بعد فرمایا، آگے بڑھ تو وہ آگے بڑھی پھر فرمایا پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹ گئی، اُس وقت خدا نے عقل سے خطاب کر کے فرمایا: ”میں نے تجھ سے بڑھ کر کوئی مکرم و معزز مخلوق خلق نہیں کی، میں تیرے ذریعے سے ہی جزا و سزا دوں گا۔ اصول کافی وغیرہ)

بایں طور کہ عقل سے پیغمبرؐ اسلام کی ذاتِ والا صفات مُراد لی جائے اور آگے بڑھنے کے حکم سے مقصد یہ ہے کہ وہ فضل و کمال اور قرب و وصال کے بلند مراتب حاصل کریں اور پیچھے ہٹنے کے حکم کا مطلب یہ ہو کہ وہ ان اعلیٰ مراتب و مدارج پر فائز ہونے کے باوجود لوگوں کی تکمیل و تزکیہ کے لئے پست درجہ کی طرف متوجہ ہوں اور ممکن ہے کہ خدا کے اس ارشاد کا اشارہ بھی اسی طرف ہو کہ خدا نے تمہاری طرف ایک رسولؐ نازل کیا ہے یعنی یہ انزال آنحضرتؐ کو ان کے اس بلند و بالا مقام سے جس کا نہ کوئی نبی مرسل متحمل ہو سکتا ہے اور نہ ملکِ مقرب اُتار کر مخلوق کے ساتھ بود و باش اختیار کرنے پھر ان کو مانوس کر کے راہِ راست پر لانے اور اس پر چلانے کے پست درجہ پر لا کھڑا کرنے سے کنایہ ہے اور اوامر و احکام کے علاوہ دیگر فیوض و برکات اور

الكمالات و هم وسائط بين ربّهم و بين سائر الموجودات فكل فيض وجود يبدأ بهم صلوت الله عليهم ثم ينقسم على سائر الخلق ففى الصّلوة عليهم استجلاب الرّحمة الى معادنها و للفيوض الى مقسمها لينقسم علىٰ سائر البرايا.

ثم اعلمو ان الله تعالىٰ اكمل نبيه صلّى الله عليه و آله قال و ما اتاكم الرسول فخذوه و ما نهكم عنه فانتهوا

فيجب علينا بنصّه تعالىٰ متابعة النّبىّ فى اصول ديننا و فروعه و امور معاشنا و معادنا و اخذ جميع امورنا عنه و انه اودع حكمه و معارفه و احكامه و اثاره و ما نزل عليه من الأيٰت القرانية والمعجزات الرّبّانية عند

عنایات میں بھی یہ بزرگوار اپنے پروردگار اور دیگر عام موجودات کے درمیان وسیلہ و واسطہ ہیں یعنی خدا کے ہر فیض وجود کی ابتدا ان ذواتِ مقدسہ سے ہوتی ہے، پھر (ان کے طفیل) دوسری مخلوق پر اس کا فیضان ہوتا ہے، پس ان ذواتِ عالیہ پر درود و سلام بھیجنے سے اصل مقصد یہی ہے کہ خدا کی رحمتِ واسعہ کو اس کے مخزن اور اس کے فیض کو اس کے مقسم کی طرف کھینچا جائے تا کہ اس طرح تمام مخلوق تک اس کا فیض عام پہنچ سکے۔

ضرورت حدیث کا بیان:

پھر تمھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ جب خداوند جلیل نے اپنے نبی اعظم کی تادیب و تکمیل فرمادی تو فرمایا جس بات کا رسولؐ تمھیں حکم دے اسے لے لو اور جس بات سے تمھیں روک دے اس سے رُک جاؤ پس خالق عباد کے اس ارشاد کے مطابق ہم پر دین کے اصول و فروع اور معاش و معاد (دُنیا و آخرت) کے معاملات میں آنحضرتؐ کی اتباع و پیروی واجب ہے اور اپنے (دین و دُنیا کے) تمام امور کو ان سے حاصل کرنا لازم ہے اور (یہ بات بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ) جناب رسولؐ خدا (اپنے بعد) اپنے حکم و معارف، اوامر و احکام، اخبار و آثار اور آیاتِ قرآنیہ و معجزاتِ ربانیہ اپنے اہل بیت علیہم السلام کے سپرد فرما گئے ہیں چنانچہ اپنی متواتر حدیث

اهل بیته صلوات الله علیهم فقال بالنص المتواتر اِنّی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰه و عترتی اهل بیتی لن یفترقا حتّٰی یرد اعلی الحوض و ظهر من الاخبار المستفیضة ان علوم القرآن عندهم

و هذا الخبر المتواترا یضاً یدل علیه ثم انهم علیهم الصّلوة والسّلام ترکوا بیننا اخبارهم فلیس لنا فی هذا الزّمان الّا التمسّک باخبارهم والتدبّر فی آثارهم

فترک اکثر النّاس فی زماننا آثار اهل بیت نبیهم و استبدوا بآرائهم فمنهم من سلک مسلک الحکماء الذین ضلوا و اضلوا ولم

میں فرماتے ہیں کہ: "میں تمہارے درمیان دو نفیس اور گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عترت اہلبیت جب تک تم ان کے دامن سے وابستہ رہو گے ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں جب تک حوض کوثر پر میری بارگاہ میں پہنچ نہیں جائیں گے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔" یہ حقیقت اخبار مستفیضہ سے ثابت ہے کہ پورے قرآن کا صحیح علم انہیں وارثان قرآن کے پاس موجود ہے۔ یہ حدیث متواتر (ثقلین) بھی اس مطلب پر واضح دلالت کرتی ہے[۱]۔ پھر یہ بزرگوار (اپنے بعد) ہمارے درمیان اپنے اخبار و آثار چھوڑ گئے ہیں پس اس زمانہ (غیبت امام) میں ہمارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ہم ان کے احادیث و اخبار کے ساتھ تمسک کریں اور ان کے آثار میں تدبر کریں۔

ابنائے زمانہ کی شکایت:

مگر مقام افسوس ہے کہ اکثر ابنائے زمانے آپؐ کے اہل بیت نبوتؑ کے اخبار و آثار کو چھوڑ کر اپنی ناقص رائیوں پر اعتماد کر لیا ہے، (اس لیے گمراہی کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔) اور کچھ لوگوں نے ایسے ضال و مضل (خود گمراہ اور

---

[۱] اس موضوع کی تمام تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب "تحقیقات الفریقین فی حدیث الثقلین" کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

يقروابنبى ولم يؤمنوا بكتاب و اعتمد وا على عقولهم الفاسدة و آرائهم الكاسدة فاتخذ و هم ائمة و قادة فهم يأولون النّصوص الصريحة الصّحيحة عن ائمّة الهدى بانه لايوافق ماذهب اليه الحكماء

مع انهم يرون ان دلائلهم و شبهم لا تفيد ظنًاولا وهمًا بل ليس افكارهم الا كنسج العنكبوت و ايضاً يرون تخالف اهوائهم و تباين اهدافهم فمنهم مشائون

دوسروں کو گمراہ کرنے والے) یونانی حکماء کے مسلک کو اختیار کرلیا ہے جو نہ کسی نبی کے قائل ہیں اور نہ کسی (الہامی) کتاب پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ وہ صرف اپنی فاسدِ عقلوں اور کاسِد رائیوں پر بھروسہ کرتے ہیں ان لوگوں نے ان (حکماء) کو اپنا پیشوا و راہنما بنالیا ہے اس لیے وہ ائمہ ھدیٰ کے نصوص صریحہ وصحیحہ کی محض اس لیے (بیجا) تاویلات کرتے ہیں کہ وہ بظاہر حکماء کے مسلک کے مطابق نہیں ہیں۔

حکمائے یونان کی مذمت:[۱]

حالانکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ حکماء کے دلائل (بہ الفاظِ مناسب شبہات) سے وہم وگمان بھی حاصل نہیں ہوتا۔ (تا بہ یقین چہ رسد؟) بلکہ ان کے آراء و افکار تارِ عنکبوت کی طرح بالکل بُودہ اور کمزور ہیں نیز یہ لوگ یہ بھی (بچشمِ خود) دیکھ رہے ہیں کہ ان حکماء کے آراء و افکار اور اعتقادات ونظریات میں باہم اختلاف وتضاد پایا جاتا ہے، ان میں سے کچھ مشائین ہیں (جن کا قائد ارسطو ہے) اور کچھ اشراقین ہیں

---

[۱] ارباب دانش وبینش پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام میں ہر قسم کے اعتقادی وعملی انحراف بلکہ ارتداد کی اصل وجہ اور اس کی اصل جڑ بنی عباس کے دور میں فلسفۂ یونان کا عربی میں ترجمہ ہو کر مسلمانوں کے ہاں رواج پانا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں ہمدردانِ قوم وملت علمائے اعلام نے فلسفہ میں زیادہ توغل سے طلبہ اور عام لوگوں کو منع کیا ہے کیونکہ اس سے لازماً عقیدہ وعمل میں انحراف واعوجاج پیدا ہوتا ہے ہاں البتہ بموجب علم الشئ افضل من جہل الشئ تھوڑا سا فلسفہ پڑھنے اور اسکی اصطلاحات معلوم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (منہ عفی عنہ)

ومنهم اشراقيون قلما يوافق رأى احدى الطّائفتين رأى الأخرىٰ

ومعاذ الله ان يتكل النّاس على عقولهم فى اصول العقائد فيتحيّرون فى مراتع الحيوانات ولعمرى كيف يجترؤن على ان ياولوا النّصوص الواضحة الصّادرة من اهل بيت العصمة والطّهارة بحسن ظنهم بيونانى كافرلا يعتقد ديناً ولا مذهباً

و طائفة من اهل دهرنا اتخذوا البدع ديناً يعبدون الله بها و سموه

(جن کا پیشوائے اعظم افلاطون ہے) شاذ و نادر ہی ایک گروہ کا کوئی نظریہ دوسرے گروہ کے نظریہ سے ملتا ہے ورنہ اختلاف ہی اختلاف نظر آتا ہے جو بجائے خود ان کے بطلان کی ناقابلِ رد دلیل ہے۔

پناہ بخدا کہ لوگ اصولِ عقائد میں اپنے عقولِ ناقصہ پر بھروسہ کریں (اور اپنی پسند و ناپسند کو کسی عقیدہ کی صحت یا بطلان کا میزان قرار دیں اس طرح ان کا شیرازہ بکھر جائے گا) اور جس طرح حیوانات چراگاہوں میں آزاد پھرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی آوارہ و سرگرداں ہو جائیں گے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! (معلوم نہیں) یہ لوگ ایک بے دین اور کافر یونانی حکیم پر حسنِ ظن رکھتے ہوئے اہلِ بیتِ عصمت و طہارت کے نصوصِ صریحہ وصحیحہ کی بیجا تاویل کرنے کی کس طرح جرأت وجسارت کرتے ہیں؟ سچ ہے۔

ع جنہیں ہو ڈوبنا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

صُوفیاء کی مذمت:

اور کچھ اہلِ زمانہ نے بدعتوں کو اپنا دین بنا رکھا ہے جن سے وہ (بخیالِ خویش) خدا کی عبادت

---

[1] ارباب علم واطلاع پر مخفی و مستور نہیں ہے کہ فرقۂ صوفیہ دورِ بنی اُمیہ کی پیداوار ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ سلاطینِ بنی اُمیہ نے خاندانِ نبوت سے مادی اقتدار چھیننے کے بعد جب دیکھا کہ پھر بھی ان کے روحانی کمالات کی وجہ سے لوگوں کے دل ان کی طرف کھنچتے ہیں اور وہ ہر خاص و عام کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں تو اب اُن سے ان کے روحانی کمالات کو سلب کرنا تو ان کے بس کا روگ نہ تھا البتہ لوگوں کی توجہ

بالتصوّف فاتخذوا الرهبانية عادة مع ان النّبی قد نهی عنها و امر بالتزويج و معاشرة الخلق و الحضور فی الجماعات والاجتماع مع المؤمنين فی مجالسهم و هداية بعضهم بعضاً و تعلّم احكام الله و تعليمها و عيادة المرضیٰ و تشييع الجنائزو زيارة المؤمنين والسّعی

کرتے ہیں اور انھوں نے اس کا نام تصوف رکھا ہے۔ ان لوگوں نے رہبانیت (دُنیا اور اہلِ دُنیا سے قطعِ تعلق) کو اپنی عادت وعبادت قرار دے دیا ہے، حالانکہ پیغمبرِ اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور شادی بیاہ کرنے لوگوں سے تعلقات و مراسم بڑھانے جمعہ و جماعت میں حاضر ہونے اہلِ ایمان کی مجالس ومحافل میں شرکت کرنے ایک دوسرے کو ہدایت کرنے احکامِ خداوندی پڑھنے اور پڑھانے، بیماروں کی مزاج پُرسی کرنے، جنازوں کی مشایعت

ادھر سے ہٹانے کے لیے انھوں نے ایک شاطرانہ چال چلی کہ ان کے مقابلہ میں "صوفیا" کے نام سے ایک جماعت کی تشکیل کی جس کا طرۂ امتیاز صوف کا سادہ لباس پہننا اور بظاہر ترکِ لذائذ کرنا تھا، پھر لوگوں کی توجہ ان کی طرف مرکوز کرنے کے لیے حکومت کی سرپرستی میں ان کے مصنوعی کشوف وکرامات کا خوب پروپیگنڈا کیا گیا، حتیٰ کہ عامۃ الناس ان کے دامِ تزویر میں گرفتار ہو گئے۔ اس فرقہ کے عقائدِ باطلہ میں ایک مشہور عقیدۂ فاسدہ "وحدت الوجود" ہے کہ خالق ومخلوق کا وجود ایک ہے اگرچہ موجود الگ الگ ہیں اور بعض اس سے بھی ایک قدم آگے نکل گئے۔ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ کائنات میں صرف ایک ہی چیز موجود ہے اور وہ ہے خُدا، وہ ہر چیز کو خدا سمجھتے ہیں اس لیے اس گروہ کو "ہمہ اوست" بھی کہا جاتا ہے۔

(اسی طرف سرکار علامہ نے رسالہ میں ارشاد فرمایا ہے۔)

(۱) اس فرقہ کا سب سے بڑا ترجمان محی الدین ابنِ عربی "فتوحاتِ مکّیہ" کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

"سُبحان الّذی خلق الاشیاء و هو عينها"

(۲) اس سلسلہ کا ایک بڑا سرگرم رُکن پیرِ رُوم ہے جو کہتا ہے۔

ہر لحظہ بشکلے بُتِ عیّار برآمد ☆ دل برد و نہاں شد
ہر دم بہ لباسِ دگر آں یار برآمد ☆ گہہ پیر و جواں شد
گہہ نوح شد و کرد جہاں را بدعا غرق ☆ خود رفت بکشتی

في حوائجهم و الامر بالمعروف والنهي عن المنكرو اقامة حدود الله والرّهبانية الّتي ابتدعوها يستلزم ترك جميع تلك الفرائض والسُّنن.

ثم انهم في تلك الرّهبانية احدثوا عبادات مخترعة فمنها الذّكر الخفي الّذي هو عمل خاص على هيئة خاصة لم يرد به نص ولا

کرنے، اہل ایمان کی ملاقات وزیارت کرنے، ان کی حاجت برآری میں کدوکاوش کرنے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے اور حدود خداوندی جاری کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن ان کی خود ساختہ رہبانیت کا لازمی نتیجہ ان تمام فرائض و مستحبات کا ترک کرنا ہے۔

اس گروہ نے رہبانیت میں کچھ خود ساختہ عبادات (اوراد و وظائف) بھی اختراع کر رکھے ہیں منجملہ انکے ایک "ذکر خفی" ہے یہ ان کا ایک خاص عمل ہے جو مخصوص ہیئت و کیفیت کے ساتھ کیا جاتا ہے حالانکہ اس کے متعلق نہ کوئی نص وارد ہے

---

(۳) نیز اسی گروہ کا ایک مشہور مبلغ شیخ شبستری "گلشن راز" میں یوں گل افشانی کرتا ہے۔

مسلماں گر بدانستے کہ بت چیست ☆ بدانستے کہ دیں در بت پرست

(۴) اسی جماعت کے ایک شاعر نے کہا ہے۔

تو منی من توام دوئی بگذار ☆ ایں ہمہ نزد ماہویت اوست

ایک اور جگہ کہتا ہے۔

وجود این و آں نقش خیال است ☆ حقیقت جز وجود کبریا نیست
اگر گوئی ہمہ حق است حق است ☆ وگر خلقش ہمہ گوئی خطا نیست

اسی فاسد نظریہ نے منصور سے یہ کہلوایا: ليس في جبتي سوى الله نیز اس گروہ کا دوسرا باطل عقیدہ یہ ہے کہ العبادة قنطرة المعرفة کہ عبادت معرفت کا پل ہے۔ لہذا جب ایک عارف باللہ واصل باللہ ہو جائے اور کہہ سکے کہ۔ ع

من تو شدم تو من شدی

تو پھر اس سے تمام عبادات شرعیہ از قسم صلوٰۃ وصوم وغیرہ ساقط ہو جاتی ہیں، اسی بناء پر صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں: "الصوفيه كُلّهم من اعدائنا و طريقتهم مباينة لطريقتنا"

"تمام صوفی ہمارے دشمن ہیں اور ان کا طریقہ ہمارے طریقے کے خلاف ہے۔" (حدیقۃ الشیعہ)

فاحفظ هذا فانّه بالحفظ جدير و لا ينبئك مثل خبير۔ (منہ عفی عنہ)

خبر و لم يوجد في كتاب ولا اثر و مثل هذا بدعةٌ محرّمة بلا شك ولا ريب قال رسولُ اللّه كل بدعة ضلالة و كل ضلالة سبيلها الى النّار

و منها الذّكر الجلّي الّذي تغنون فيه بالاشعار و يشهقون شهيق الحمار و يعبدون اللّه بالمكاء والتصدية و يزعمون انّه ليس لِلّٰه عبادة سوى هذين الذّكرين المبتدعين و يتركون جميع السنن و النّوافل و يقنعون من الصلوٰة الفريضة بنقر كنقر الغراب.

ولولا خوف العلماء لكانو يتركونها رأساً ثم انهم لعنهم اللّه لا يقنعون بتلك البدع بل يحرّفون اصول الدّين و يقولون بوحدة الوجود و المعنى المشهور في هذا الزمان و المسموع من مشائخهم

اور نہ ہی قرآن وسنت میں اس کا کہیں کوئی نام ونشان پایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی ہی چیز کو بلاشک وشبہ "بدعت" کہا جاتا ہے جو کہ حرام ہے۔ جناب رسولؐ خدا فرماتے ہیں: ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستہ سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے۔ (کنز العمال وغیرہ)۔

دوسرا "ذکر جلی" ہے جسمیں یہ لوگ اشعار گاتے اور گدھے کی طرح ہینگتے ہیں اور کفار مکہ کی طرح سیٹیاں اور تالیاں بجا کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور (طرفہ تماشا یہ ہے کہ) ان کا گمان ہے کہ ان دو خودساختہ ذکروں کے سوا اللہ کی کوئی عبادت ہی نہیں ہے۔ ان اذکار کے علاوہ وہ تمام نوافل وسنن کو نظر انداز کرتے ہیں ہاں البتہ جس طرح کوا ٹھونگے مارتا ہے اس طرح برائے نام صرف نماز فریضہ ادا کرلیتے ہیں۔

اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) اگر ان کو علماء کا خوف دامنگیر نہ ہو (کہ مبادا کفر کا فتویٰ لگادیں) تو یہ نماز فریضہ بھی ترک کردیں، پھر یہ لوگ (خدا ان پر لعنت کرے) صرف انہی (فروعی) بدعتوں پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اصولِ دین میں تحریف وتغیر بھی کرتے ہیں اور وحدۃ الوجود کا باطل عقیدہ رکھتے ہیں اس (وحدۃ الموجود) کے جو معنی اس زمانہ میں مشہور ہیں اور اس گروہ کے بزرگوں سے سُننے میں

كفر باالله العظيم و يقولون بالجبر و سقوط العبادات و غيرها من الاصول الفاسدة السخيفة

فا حذروا يا اخوانى و احفظوا ايمانكم و اديانكم من وساوس هؤلاء الشّيطين و تسويلاتهم و اياكم ان تخدعوا من اطوارهم المتصنعة الّتى تعلّقت قلوب الجاهلين فها انا احرّر مجملاً مماتبيّن و ظهر لى من الاخبار المتواترة من اصول المذهب لئلا تضلوا بخدعهم و غرورهم و اتمم حجة ربكم عليكم واودى ما وصل لى من موالیكم اليكم ليهلك من هلك عن بيّنة و يحيى من حىّ عن بيّنة و اتلو عليكم ما اردت ايراده فى بابين.

آئے ہیں (یعنی وحدت الوجود) وہ سراسر کفر و شرک ہے نیز یہ فرقہ عقیدۂ جبر اور تمام عبادات کے ساقط ہونے اور اس قسم کے دوسرے بعض باطل عقائد و نظریات کا قائل ہے۔

اے برادران اسلامی! (ڈرو ان سے) اور ان شیطانوں کے وسوسوں اور شبہوں سے اپنے دین و ایمان کو بچاؤ اور خیال رکھو، مبادا کہیں ان کے ظاہری اور مصنوعی اخلاق و اطوار سے جو جاہلوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، کہیں دھوکا نہ کھا جانا، (اور کہیں سراب کو آب نہ سمجھ لینا) لو اب وہ وقت آگیا ہے کہ میں مذہب شیعہ کے وہ تمام اصول و عقائد اجمالاً سپرد قلم کروں جو سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کے اخبار متواترہ سے مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں تاکہ تم ان لوگوں کے دام فریب میں پھنس کر گمراہ نہ ہو سکو

نیز تم پر خدا کی طرف سے اتمام حجت کرتا ہوں اور تمھارے مقتداؤں اور پیشواؤں کا جو پیغام مجھ تک پہنچا ہے اسے (بلا کم و کاست) تم تک پہنچاتا ہوں تاکہ جو شخص ہلاک (گمراہ) ہو تو بینہ و برہان کے ساتھ ہو اور جو زندہ رہے (ہدایت حاصل کرے) تو وہ بھی دلیل و برہان کے ساتھ، میں اس رسالہ میں جو کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں اسے (ذیل میں) دو بابوں کے اندر پیش کرتا ہوں۔ (وعلیہ التکلان)

الباب الاوّل

فیما یتعلق باصول العقائد

اعلموا ان ربكم سبحانه قد علمكم فى كتابه طريق العلم بوجوده و صفاته فامركم بالتدبّر فيما اودع فى آفاق السمٰوٰت و الارض و فى انفسكم من غرائب الصنع و بدائع الحكمة فاذا تأمّلتم و تفكّرتم بصريح عقلكم ايقنتم ان لكم ربّاً حكيماً قادراً قاهراً لا يجوز عليه الظلم و

پہلا باب

اصولِ عقائد کے بیان میں

معرفتِ توحید کا بیان:

تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تمھارے پروردگار نے اپنے وجودِ ذی جُود اور اپنی صفاتِ جلال و جمال کی معرفت کا طریقۂ کار اپنی کتاب (قرآن) میں تمھیں بتلا دیا ہے[1] یعنی (اس مقصد کے حصول کی خاطر) زمین و آسمان اور خود تمھارے نفوس (الغرض انفس و آفاق) میں اس کی جو جو عجیب و غریب صنعتیں اور حکمتیں موجود ہیں ان میں غور و فکر کرنے کا تمھیں حکمت آمیز حکم دیا ہے، جب تم ان میں عقلِ صریح و سلیم کے ساتھ غور و فکر کرو گے تو تمھیں یقینِ کامل ہو جائے گا کہ اس کارگاہِ ہستی کا بنانے والا)۔ تمھارا ایک پروردگار موجود ہے جو حکیم بھی ہے اور علیم بھی، قادر بھی ہے اور قاہر بھی، اُس کے لیے ظلم کرنا

---

[1] معرفتِ الٰہی بدیہی ہے یا نظری؟ یا کچھ بدیہی ہے اور کچھ نظری؟ اقرب یہی آخری قول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدائے رحمٰن کی اسقدر اجمالی معرفت تو بالکل بدیہی اور فطری ہے کہ اس عالم کا کوئی صانع علیم اور کوئی خالق حکیم ہے جس نے اس کائنات کو نعمتِ وجود سے نوازا ہے ہاں البتہ اسکی پوری معرفت کہ وہ واحد لاشریک ہے۔ وہ جسم اور زمان و مکان سے منزہ ہے اور دنیا و آخرت میں نظر نہیں آتا وغیرہ وغیرہ یہ نظری ہے اور دلیل و برہان کا محتاج اور خدا کی ہستی اور اسکی صفات کے اثبات کا طریقہ وہی صحیح ہے جس کا تذکرہ سرکارِ علامہ نے فرمایا ہے کہ اثر کو دیکھ کر اسکے موثر، مخلوق کو دیکھ کر اسکے خالق اور مصنوع کو دیکھ کر اسکے

القبيح ثم ان ربكم بعث اليكم نبياً مويّداً بالأيٰت الظاهرة والمعجزات الباهرة و يشهد بديهة العقل بانه لا يجوز على الله

ان يجرى على يد كاذب اشباه هذه المعجزات فاذا ايقنت بصدق

اور فعلِ قبیح کا ارتکاب کرنا روا نہیں ہے، پھر تمہارے پروردگار نے (از راہِ لطف و کرم) تمہاری طرف ایک ایسا نبی بھیجا جس کی روشن نشانیوں اور کھلم کھلا معجزوں سے تائید و نصرت کی گئی ہے اور یہ بات عقل کی واضح شہادت سے ثابت ہے کہ خدائے حکیم کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔ کہ وہ کسی غلط مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس قسم کے معجزات ظاہر فرمائے[1]۔ (لہذا ماننا پڑے گا کہ آپ برحق نبی ہیں) پس جب تمہیں نبی کی صداقت کا یقین ہو گیا اور ان کو خدا کا نبی تسلیم

صانع پر استدلال کیا جائے اور کائنات میں پائی جانے والی عجیب و غریب حکمتوں سے اسکے علیم و حکیم ہونے پر استدلال کیا جائے۔ قرآن کریم انبیاء مرسلین اور ائمہ طاہرین نے یہی طریقہ استعمال کیا ہے۔ (منہ عفی عنہ)

[1] منجملہ ان مسائل کے جن کو موجودہ دور میں بعض نام نہاد اہل علم نے اختلاف کی آماجگاہ بنا دیا ہے (اگرچہ وہ چودہ سو سال سے اتفاقی چلے آ رہے ہیں) ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہے جسے وہ حسبِ ضرورت کسی نبی یا امام کے ہاتھوں پر ظاہر کرتا ہے؟ یا اس کے حقیقی فاعل نبی و امام ہیں؟ اور یہ معجزہ ان کے افعال اختیاریہ میں سے ہے؟ جو بات قرآن کریم، ارشاداتِ معصومین، تحقیقاتِ علماءِ متقدمین و متاخرین اور عقلی دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت ہے وہ یہ ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خداوند عالم ہے، ہاں نبی و امام کی طرف اس کی نسبت مجازاً دی جاتی ہے کیونکہ اس کا ظہور ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔ یہاں اس موضوع پر دلائل و براہین پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس سلسلہ میں ہماری کتاب "اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ" کا پانچواں باب ملاحظہ کیا جائے جس کے بعد ہر قسم کے قیل و قال کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہی بات درست ہے کہ معجزہ کا فاعل حقیقی خدا ہے جسے وہ بوقتِ ضرورت اپنے نمایندہ (نبی و امام) کے مقدس ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے، اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ علامہ موصوف نے "بحار الانوار" میں وضاحت فرمائی ہے، فرماتے ہیں۔

"من اعتقدان المعجزات و الكرامات من فعل النبى و الامام فليس فى كفره ريب ولاشك" "یعنی جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ معجزہ نبی و امام کا فعل ہے اس کے کفر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔" (علىٰ ما نقله عنه فى "سبيل النجاة فى اصول الاعتقادات" طبع ايران ص ۱۴۱ ان فى هذا لبلاغاً لقوم يعقلون۔ (منہ عفی عنہ)

النبی و اعتقدت به یلزمک ان تتبعه و تعتقدانه صادق فی کل ما یخبرک به فی اصول الدین و فروعه فمماثبت فی الدین بالأیات و الاخبار المتواتره هو انه واحد لا شریک له فی ملکه و لایجوز عبادة غیرهٖ و لم یستعن فی خلق العالم باحد غیره و انهٗ احدی الذات لیس لهٗ اجزاءٌ خارجیة و لا وهمیة و لا عقلیّة و انهٗ احدی المعنیٰ لیس له صفات زائدة بل صفاته عین ذاتہٖ و انه ازلی لا انتهاء لو جوده فی جانب الاوّل ابدی یمتنع الفناء علیه ازلاً و ابداً و انه لیس بجسم و لا جسمانی ولا زمانی ولا مکانی و انه حیّ بلا حیٰوةٍ زائدة و بلا کیفیّة و مرید بلا خطور بال ولا

بھی کر لیا تو اب تم پر لازم ہے کہ ان کی اتباع و پیروی بھی کرو اور یہ عقیدہ رکھو کہ انھوں نے دین کے اصول و فروع کے سلسلہ میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ اس میں صادق ہیں اور منجملہ ان امور کے جو آیات (قرآنیہ) اور اخبار متواترہ سے ثابت ہیں ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ (ذات وصفات اور افعال و عبادات میں) واحد و یکتا ہے اس کے ملک وملکوت میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے (وہی معبود برحق ہے) اس کے سوا اور کسی چیز کی عبادت جائز نہیں ہے، اس نے اس عالم کو پیدا کرنے میں اور کسی ذات سے بھی امداد واعانت طلب نہیں کی۔ وہ ذات میں ایسا واحد و یگانہ ہے کہ نہ اس کے اجزائے خارجی ہیں (از قسم ہاتھ پاؤں وغیرہ) نہ وہمی ہیں اور نہ عقلی (از قسم جنس وفصل وغیرہ) اور وہ معنی اور صفات میں بھی واحد ہے یعنی وہ زائد برذات صفات نہیں رکھتا بلکہ اس کے صفات عین ذات ہیں۔ (اس امر کی وضاحت بعد ازیں کی جائے گی۔) وہ ازلی و ابدی ہے، یعنی وہ ایسا اوّل ہے کہ اس کی کوئی ابتدا نہیں اور ایسا آخر ہے کہ جس کے لیے فنا نہیں ہے، وہ نہ جسم ہے اور نہ جسمانی نہ زمانی ہے اور نہ مکانی (یعنی وہ جسم وزمان اور مکان کا محتاج نہیں ہے) وہ زندہ ہے مگر اس کی حیوۃ زائد برذات نہیں، وہ صاحب ارادہ ہے مگر دل کی سوچ بچار سے

رویة و انه یفعل بالاختیار و هو غیر مجبور فی افعاله و انه علیٰ کل شئٍ قدیر و انه لو اراد خلق الآف امثال هذا العالم لخلقها بلا مادة ولا مُدّة لا علی ما یزعمه الحکیم انه لا یکون خلق الاجسام الّا بمادة قدیمة و استعداد و انهٗ عالم بجمیع الاشیاء جُزئیاتها و کُلّیاتها و ان علمهٗ بما کان و بما یکون علی نهج واحدٍ لا یتغیّر علمه بالشّئی بعد ایجاده

و انه لا یغرب عن علمه مثقال ذرّة فی الارض و لا فی السّماء لا علی ما یزعمه الحکیم انه لا یعلم الجزئیات والقول به کفرو لا یلزم بل لا یجوز التفکر فی کیفیّة علمه انّه حضوری او حصولی و لا فی سائر صفاته اکثر مما تردّوا و بینوا لنافانه یرفع الی التّفکر فی ذاته تعالیٰ و قدنهینا عن التّفکر

نہیں، وہ فاعل مختار ہے یعنی اپنے افعال میں مجبور و مقہور نہیں، وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ اگر اس عالم جیسے ہزار ہا عالم بلا مادہ و مدت پیدا کرنا چاہے تو (چشم زدن میں) پیدا کرسکتا ہے، ایسا نہیں جیسا کہ حکماء خیال کرتے ہیں کہ اجسام کی خلقت قدیم مادہ اور اس کی استعداد کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ نیز وہ خدائے علیم کلیات و جزئیات الغرض تمام اشیاء کا عالم ہے اور اس کا ماکان (گذشتہ) اور مایکون (آئندہ) کے متعلق علم ایک جیسا ہے۔ (خلقتِ اشیاء سے پہلے اسے جو علم ہوتا ہے) ان کے وجود میں آجانے کے بعد اس کے علم میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل پیدا نہیں ہوتا اور زمین و آسمان میں (غرضیکہ پوری کائنات میں) ایک ذرہ بھی اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے، ایسا نہیں جیسا کہ حکماء کا خیال ہے کہ اس کو جزئیات کا علم نہیں ہے، یہ اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ (بناء بر اصطلاح منطقی؟) اس کا علم حضوری ہے یا حصولی؟ اس کی کیفیت میں غور و فکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جائز ہی نہیں ہے اسی طرح اس کی دوسری صفات کی کیفیات میں اس مقدار سے جو سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام نے بیان کردی ہے زیادہ غور و خوض کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ صفات میں غور و فکر کرنے کی بازگشت خدا کی ذات میں فکر کرنے کی طرف ہوتی ہے جس میں فکر کرنے

فی اخبار کثیرۃ

و اللہ تعالیٰ لا یفعل شیئا الا

کی کثیر اخبار میں ہمیں ممانعت کی گئی ہے[1]

تکلیف شرعی کا بیان:

خالق حکیم جو کام کرتا ہے وہ کسی نہ کسی حکمت و

---

[1] چنانچہ اصول کافی وغیرہ میں اس مضمون کی بکثرت حکیمانہ روایات مروی ہیں کہ تکلموا فی خلق اللہ ولا تکلمو افی اللہ فان الکلام فی اللہ لا یزداد صاحبہ الا تحیراً خدا کی مخلوق میں کلام کرو مگر خدا کی ذات و ماہیت کے متعلق کلام نہ کرو کیونکہ اس سلسلہ میں کلام کرنے سے تحیر و تردد میں اضافہ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں: اذا انتہی الکلام الی اللہ فامسکوا جب سلسلہ کلام خدا تک پہنچ جائے تو خاموش ہو جاؤ کیونکہ خالق کی کنہ حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی بھی مخلوق کے لیے ممکن نہیں ہے۔

تواں در بلاغت بہ سحباں رسید ☆ نہ در کنہ بیچوں سبحان رسید

یہ وہ مشکل مقام ہے جہاں انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور ائمہ طاہرین یہ کہہ کر اپنے عجز کا اقرار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں: سبحانک ما عرفناک حق معرفتک سبحان من لا یعلم ما ھو الا ھو ونعم ما قیل۔

اے برتر از خیال و قیاس و گماں و وہم ☆ وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر ☆ ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

یہی وجہ ہے کہ شریعت مقدسہ اسلامیہ میں ہمیں اس کی اصلیت و ماہیت معلوم کرنے کی تکلیف ہی نہیں دی گئی بلکہ خالق کائنات کے متعلق صرف اس قدر اجمالی عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ واجب الوجود ہے کائنات کا خالق و مالک ہے وہ ہر صفتِ کمال سے متصف اور ہر صفتِ نقص سے منزہ ہے اور ذات و صفات اور افعال و عبادات میں واحد و یگانہ ہے لیس کمثلہ شئی ء۔ الغرض اس سلسلہ میں سورۂ توحید کا سمجھ کر پڑھ لینا اور اس پر ایمان رکھنا کافی ہے، اس سے زیادہ موشگافیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے: من قرا قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدو امن بھا فقد عرف التوحید۔ جو شخص سمجھ کر سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھ لے اور اس (کے مطلب) پر ایمان لائے اس نے توحید کی معرفت حاصل کر لی (عیون اخبار الرضاؑ) خلاصہ یہ کہ یہ اقرار کرنا کہ لا الہ غیرہ ولا شبہ لہ ولا نظیر وانہ قدیم مثبت موجود غیر فقید وانہ لیس کمثلہ شئی یہ ہے معرفت پروردگار کا کمترین درجہ جو ایک عام انسان کے اسلام کے لیے کافی ہے ("بحار الانوار" جلد ۲ توحید صدوق") (منہ عفی عنہ)

لحكمة و مصلحة و انه لا يظلم احدا و لا يكلّف احدا مالا يطيقه و انه كلّف العباد لمصالحهم و منافعهم و لهم الاختيار فى الفعل والترک

و انه لا جبر و لا تفويض. بل امربين الامرين فالقول بان العباد مجبورون فى افعالهم يستلزم الظلم و هو على الله تعالىٰ محال والقول بان لامدخل لله تعالىٰ مطلقاً فى اعمال العباد كفر

بل لله تعالىٰ مدخل بالهدايات و التوفيقات و تركهما و هو المعبّر عنه فى

مصلحت کے ماتحت کرتا ہے وہ کسی مخلوق پر بھی ظلم و زیادتی نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو طاقتِ برداشت سے زیادہ تکلیف دیتا ہے، اس نے اپنے بندوں کو تکالیفِ شرعیہ کا جو مکلّف بنایا ہے تو اس سے ان کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے[1]

انسان کے فاعل مختار ہونے کا بیان:

خدا نے بندوں کو کام کرنے اور نہ کرنے میں فاعل مختار بنایا ہے دین میں نہ تو محض جبر ہے اور نہ محض تفویض اور واگذاری ہے بلکہ اصل حقیقت ان دونوں کے بین بین ہے، پس یہ کہنا کہ بندے اپنے افعال میں محض مجبور ہیں (سب کچھ خدا کرتا کراتا ہے) اس سے خدا کا ظالم ہونا لازم آتا ہے (کہ خدا خود بندے سے بُرے کام کرواتا ہے اور پھر اسے سزا دیتا ہے) اور یہ خدا کے لیے محال ہے اسی طرح یہ کہنا کہ خدا کو بندوں کے افعال میں ہرگز کوئی دخل نہیں، یہ بھی کفر ہے۔

توفیق و خذلان کا بیان:

بلکہ حق یہ ہے کہ خدا کو کارِ خیر کی توفیق دینے یا اس کے سلب کر لینے والا دخل ضرور حاصل ہے شرعی اصطلاح میں (اس توفیق دینے کو "اہداء" اور سلب

---

[1] شرعی اوامر و احکام میں مکلّفین کیلئے کیا کیا فوائد و عوائد پوشیدہ ہیں اور نواہی و مناہی میں کیا کیا مضرات و نقصانات مضمر ہیں، ان کا ایک شمہ ہماری طباعت شدہ مفصل و مدلل فقہی کتاب "قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ" کے اندر بیان کر دیا گیا ہے اسکی طرف رجوع کیا جائے۔ (منہ عفی عنہ)

عرف الشّرع بالاضلال و لکن
بتلک الهدایات لا یصیر العبد
مجبوراً بالفعل و لا بترکهما فی
الترک کما اذا کلّف السّیّد عبدهٗ
بتکلیف و اوعد علی ترکه عقابه و
فهّمه ذالک فاذا اکتفیٰ بهذا ولم
یفعل العبد لا یعدّ العقلاء عقابه
قبیحا

و لواکد السّیّد هذا التّکلیف
بتاکیدات و تهدیدات و
ملاطفات و وکلّ علیه مؤکّلا و
محصّلاً لایجبره علیه ففعل
یعلم العقلاء انه لم یصر
مجبوراً بذالک علی الفعل
و هذا القدر من الواسطة
مما دلّت علیه الاخبار

توفیق کو "اضلال" کہا جاتا ہے۔ (یهدی من یشاء و یضل من یشاء) لیکن خدا کے اس حدایت و توفیق دینے یا اس کے سلب کرنے سے انسان مجبور نہیں ہو جاتا جیسے ایک آقا اپنے غلام کو کوئی کام کرنے کا حکم دے اور اس کی بجا آوری پر انعام دینے کا وعدہ اور نہ کرنے پر سزا کی دھمکی دے اور وہ کام جس طرح انجام دینا ہے اسے سمجھا بھی دے اور اسی مقدار پر اکتفا کرے اور غلام وہ کام انجام نہ دے تو عقلاء روزگار اس کی سزا دہی کو قبیح اور غلط نہیں سمجھتے۔

لیکن اگر وہ آقا اس کام کی انجام دہی کو مختلف تاکیدوں، تہدیدوں، لطف فرمائیوں اور کرم فرمائیوں سے مؤکد کر دے اور مزید برآں اپنا ایک نمائندہ بھی اس پر مقرر کر دے جو اسے مجبور تو نہ کرے (مگر یاددہانی برابر کراتا رہے) ان حالات میں اگر وہ شخص اس کام کو انجام دیدے تو عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ ایسا کرنے سے وہ شخص اس کام کے کرنے پر مجبور نہیں ہو جاتا (ہاں البتہ اُسے یہ کام انجام دینے میں سہولت ضرور ہو جاتی ہے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں اس کام کی انجام دہی میں وہ سہولت نہیں ہوتی) اتنی مقدار پر اخبار و آثار ضرور دلالت کرتے ہیں۔ (اور یہی صحیح مفہوم ہے بل الامر بین الامرین کا۔ واللہ اعلم)

و ليس لك التفكر في شبه القضا و القدر والخوض فيها فانّ الائمة قد نهونا عن التفكر فيهما فانّ فيهما شبهاً قويّة يعجز عنها عقول اكثر النّاس عن حلّها و قد ضل فيها كثير من العلماء فاياك والتفكر و التعمّق فيها فانه لا يفيدك الاضلالاً ولا يزيدك الا جهلا

ثم يجب ان تؤمن بحقّية جميع الانبياء والمرسلين مجملاً و عصمتهم و طهارتهم و انكار

قضاوقدر کا اجمالی بیان:

تمہارے لیے قضاوقدر کے شبہات میں غور و خوض کرنا جائز نہیں[1] ہے کیونکہ (حکمائے اسلام یعنی) ائمہ طاہرین علیہم السلام نے ان میں غور وخوض کرنے کی ہمیں ممانعت فرمائی ہے اس لیے کہ ان میں ایسے ایسے قوی شبہے موجود ہیں جن کے حل کرنے سے اکثر لوگوں کی عقلیں عاجز ہیں بلکہ بہت سے علماء ان کی وجہ سے گمراہ ہو گئے ہیں لہٰذا ہرگز ان کی گہرائی میں جانے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ان میں غور وفکر کرنے سے سوائے ضلالت و جہالت میں اضافہ وازدیاد کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ۔

ع کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا

انبیاء پر ایمان رکھنے کا بیان:

پھر یہ بھی واجب ہے کہ تمام انبیاء ومرسلین کی نبوت ورسالت اور ان کی عصمت وطہارت پر ایمان

---

[1] ارباب عقل وعلم پر مخفی نہیں ہے کہ قضاء وقدر کا مسئلہ ان مشکل عقائد ومسائل میں سے ہے کہ جن کی اصل حقیقت تک رسائی راسخون فی العلم کے سوا باقی لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے عقول ناقصہ پر اعتماد کر کے اس گرہ کو کھولنا چاہا وہ افراط وتفریط کا شکار ہو کر گمراہ ہو گئے یہی وجہ ہے کہ حکماء ربانیین نے اس نازک مسئلہ میں زیادہ غور وخوض کرنے کی ممانعت کی ہے چنانچہ جب حضرت امیر علیہ السلام سے قضاوقدر کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا بحر عمیق فلا تلجہ۔ یہ گہرا سمندر ہے اسمیں داخل نہ ہو (کتاب توحید) ہاں جو حضرات اس نازک موضوع کی کچھ تفصیلات معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں (منہ عفی عنہ)

نبوّتهم او سبهم او الاستهزاء بهم او قول ما یوجب الازراء بشأنهم کفروا ما المشهورون منهم کآدم و نوح و موسیٰ و عیسیٰ و داؤد و سُلیمن و سائر من ذکر الله تعالیٰ فی القرآن فیجب ان تؤمن بهم علی الخصوص و بکتبهم و من انکر واحداً منهم فقد انکر الجمیع و کفر بما انزل الله

و یجب ان تؤمن بحقیّة القرآن و مافیه مجملاً و کونه منزلاً من عند الله تعالیٰ و کونه معجزاً و انکاره والاستخفاف به کحرقه بلا ضرورة و القائه فی القاذورات کفرٌ واما مالا یستلزم ذالک کمدّ الرّجل نحوه فان قصد الاستخفاف به کفرو الا فلا وکذا یجب تعظیم الکعبة و الاستخفاف بها کفر کالحدث فیها اختیاراً او قول ما یوجب الاهانة بها و کذا کتب

رکھا جائے اور ان کی نبوت کا انکار کرنا، ان کو گالی دینا اور ان کا تمسخر اڑانا یا کوئی ایسی بات کرنا جس سے ان کی قدر و منزلت میں فرق پڑتا ہو یا ان کی عزت و عظمت کو بٹا لگتا ہو کفر ہے۔ ان میں سے جو ہستیاں مشہور ہیں جیسے جناب آدمؑ، نوحؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ اور وہ سب جن کا خدا نے قرآن مجید میں صراحۃً ذکر کیا ہے (جیسے حضرت ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ ادریسؑ، الیاسؑ وغیرھم) ان پر اور ان کی کتابوں پر خصوصاً ایمان رکھنا واجب ہے اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے سب کا انکار کر دیا ہے۔

SISTANI.COM

قرآن پر ایمان رکھنے کا بیان:

اور واجب ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور جو کچھ اس میں ہے اس پر اجمالاً اعتقاد رکھا جائے اور یہ کہ وہ خدا کا نازل کردہ ہے اور پیغمبر اسلامؐ کا معجزہ (خالدہ) ہے اس کا انکار کرنا یا اس کو خفیف سمجھنا کفر ہے اسی طرح وہ کام جو قہراً اس کی ہتک کا باعث ہو جیسے بلا ضرورت اسے جلانا یا اسے گندگی میں پھینکنا (یہ بھی کفر ہے) لیکن وہ کام جو بہرحال ہتک کو مستلزم نہیں جیسے اس کی طرف پاؤں دراز کرنا (تو یہ ارادہ پر منحصر ہے) اگر اس سے قصد قرآن کی اہانت ہو تو کفر ہے ورنہ نہیں، اسی طرح کعبہ کی تعظیم واجب ہے اور اس کو خفیف سمجھنا کفر ہے جیسے بحالت اختیاری اس میں پیشاب و پاخانہ کرنا (العیاذ باللہ) یا کوئی

احاديث النبيؐ والائمة عليهم السّلام و بعضها يخرج عن دين الامامية

و كذا يجب الاعتقاد بوجود الملائكة و كونهم اجساماً لطيفة او بعضهم و ان لبعضهم اجنحةً و لهم صعود و نزول وانكار المشاهير منهم كجبرئيل و ميكائل و اسرافيل و عزرائيل عليهم السّلام و انكار جسميتهم كفرو يجب تعظيمهم والاستخفاف بهم و سبّهم و قول ما يوجب الازراء بهم كفرو كذا عبادة الصّنم و السجود لغير الله تعالىٰ مطلقاً بقصد العبادة كفرو

ایسی بات کرنا جو اس کی توہین کا باعث ہو، اسی طرح پیغمبرؐ اسلام اور ائمہ علیہم السلام کی کتب احادیث کی تعظیم بھی ضروری ہے۔ مذکورہ بالا امور میں سے کچھ کا ارتکاب آدمی کو مذہب امامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

ملائکہ پر ایمان کا بیان:

اسی طرح ملائکہؑ کے وجود اور ان سب کے یا بعض کے جسمِ لطیف رکھنے، نیز ان کے پر و بال رکھنے اور ان کے (آسمانوں پر) چڑھنے اور اُترنے پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور ان میں سے جو مشہور ہیں جیسے جناب جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام، ان کا انکار کرنا یا ملائکہ کے جسمانی ہونے کا انکار کرنا کفر ہے، نیز ان کی تعظیم و تکریم واجب ہے اور ان کو خفیف و حقیر سمجھنا، ان کو گالی دینا یا کوئی ایسی بات کرنا جو ان کی توہین کا باعث ہو کفر ہے۔ اسی طرح بتوں کی عبادت کرنا اور غیر خدا کا بقصدِ عبادت سجدہ کرنا کفر ہے۔[1]

---

[1] اور اگر بقصدِ عبادت نہ ہو بلکہ بقصدِ تعظیم ہو تو یہ بھی گو حرام ہے مگر کفر نہیں ہے بلکہ موجب فسق ہے۔ (ملاحظہ ہو حیاۃ القلوب جلد ۱ ص ۳۰۶ طبع نولکشور) بعض کج فہم لوگ ملائکہ اور والدین یوسف کے سجدوں سے سجدۂ تعظیمی کے جواز پر استدلال کیا کرتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ روایاتِ اہلبیت سے واضح ہے کہ ملائکہ نے جناب آدم کو قبلہ سمجھ کر خدا کو سجدہ کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو "احتجاج طبرسی" و حیاۃ القلوب" وغیرہ) اور بنا بر تسلیم ایں کہ وہ سجدۂ تعظیمی تھا پھر بھی اس سے امت محمدیہ میں اس کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ امتِ مرحومہ میں یہ جواز منسوخ ہو گیا ہے، جیسا کہ علامہ حائری نے اپنی تفسیر "لوامع التنزیل" جلد ۱ ص ۱۸۹ پر صراحت فرمائی ہے باقی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب "احسن الفوائد فی شرح العقائد" باب ۳۲ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

و القول بحلوله فی غیره کما قاله بعض الصّوفیة و ان له تعالیٰ صاحبة او ولداً او شریکاً کما قال النصاریٰ و انه تعالیٰ جسم او ان له مکاناً کالعرش وغیره او ان له صورةً او جُزءً او عضواً فکلّ ذالک کفر و اعلم انه

لا یمکن رؤیتهٗ تعالیٰ بالبصر لا فی الدنیا و لا فی الآخرة و ماورد فی ذلک مؤوّل و انه لا یمکن الوصول الی کنه ذاته او صفاته

حلول اور اتحاد کا بطلان:

یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا کسی چیز میں حلول کرتا ہے جیسا کہ بعض صوفی اور غالی کہتے ہیں، یا کسی کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض صوفیوں کا خیال[1] ہے۔ یا یہ اعتقاد رکھنا کہ خدا کی بیوی یا اولاد یا کوئی شریک ہے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا جسم رکھتا ہے، یا اس کا کوئی مکان ہے جیسے عرش وغیرہ یا اس کی کوئی صورت ہے، یا اس کا کوئی جزء یا عضو ہے یہ سراسر کفر و شرک ہے۔

رُؤیتِ باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ:

نیز یہ بھی جاننا چاہیے کہ خدا کو ان ظاہری آنکھوں سے دُنیا و آخرت میں دیکھنا محال ہے اور اس سلسلہ میں جو بعض (متشابہ آیات روایات) وارد ہیں ان کی تاویل کی گئی ہے[2]۔ خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت واقعیہ تک انسانی عقل وخرد کی رسائی ممکن نہیں ہے۔[3]

---

[1] جیسا کہ اسی رسالہ کے ص ۳۲ ص ۳۳ ص ۳۴ کے حاشیہ پر اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ (منہ عفی عنہ)

[2] اس موضوع کی جملہ تفصیلات "احسن الفوائد فی شرح العقائد" میں دیکھی جا سکتی ہیں (منہ عفی عنہ)

[3] اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی صفات چونکہ عین ذات ہیں اور قبل ازیں واضح کیا جا چکا ہے کہ خداوند عالم کی کنہ حقیقت تک انسانی عقل وفکر کی رسائی ناممکن ہے اور اس میں زیادہ غور وفکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کی صفات کی اصل حقیقت تک بھی رسائی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں زیادہ غور وفکر کرنا جائز ہے۔ (منہ عفی عنہ)

او ان التعطيل و نفي جميع صفاتهٖ عنه باطل كما يلزم على القائلين بالاشتراک اللفظی

بل يجب اثبات صفاتهٖ تعالیٰ على وجهٍ لا يتضمن نقصاً كما تقول انه عالم لكن لا كعلم المخلوقين بان يكون حادثاً او يمكن زواله او يكون بحدوث صورة او بآلةٍ او معلولاً بعلّة فاثبت له تعالیٰ الصّفة و نفيت عنه ما يقارنها فينا من صفات النّقص و لا تعلمها بكنه حقيقتها و تقول انه تعالیٰ قادرٌ علیٰ كل ممكن و القدرة فينا صفة زائدة حادثة و آلات و ادوات فتنفي عنه تلك الامور فتقول قادرٌ بذاته بلا صفةٍ زائدة و لا كيفية حادثة و بلا آلة فذاته البسيط

تعطیل کا بطلان:

خدا کو معطل ماننا اور اس سے تمام صفات کی نفی کرنا باطل ہے جیسا کہ (وجود کو) مشترک لفظی ماننے والوں پر یہ بات لازم آتی ہے۔

صفاتِ خداوندی پر ایمان کا بیان:

خداوند عالم کے لیے اس طرح صفات ثابت کرنا واجب ہے کہ اس سے اس کی ذات میں کوئی نقص لازم نہ آئے مثلاً تم یہ تو کہو کہ وہ عالم ہے مگر اس کا علم عام مخلوق کے علم جیسا نہیں ہے کہ حادث ہو یا اس کا زائل ہونا ممکن ہو یا (معلوم کی) صورت (عالم کے ذہن میں) پیدا ہو یا کسی آلہ کا محتاج ہو، یا کسی علت کا معلول ہو خلاصہ یہ کہ اس کے لیے صفتِ علم تو ثابت کرو مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم میں جو نقائص پائے جاتے ہیں ان کی نفی کرو اور اس صفت کی اصل حقیقت معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اسی طرح یہ تو کہو کہ وہ ہر ممکن بات پر قدرتِ کاملہ رکھتا ہے مگر یہ قدرت ہم میں زائد بر ذاتِ حادث ہے اور آلات و اسباب کی محتاج ہوتی ہے، پس ان تمام عوارض کی نفی کر کے کہو کہ وہ بلا صفتِ زائدہ، حادثہ اور بلا آلہ و سبب قادر مطلق ہے یعنی اس کی بسیط ذات پاک ہر شے کو وجود دینے پر قادر ہے، اسی طرح یہ بیشک کہو کہ وہ مرید (صاحب ارادہ) ہے۔ لیکن ہمارا ارادہ چند

کافیة فی ایجاد کل شئ و تقول تعالیٰ مرید و الارادة فینا تتضمن اموراً من التصور لذلک الفعل و تصوّر منفعته و التصدیق بحصولها و ترتبها علیه مع تردّد غالباً حتیٰ ینتهی الی العزم فینبعث فی النّفس شوق یوجب تحریک العضلات و الادوات حتیٰ یصدر منا ذالک الفعل و ارادته تعالیٰ لیست الاعلمه القدیم الذّاتی بالشئ و بما فیه من المصلحة ثم ایجاده فی زمان تکون المصلحة فی ایجاده فالارادة اما ایجاد للشئ کما و رد فی الاخبار او علمه بکونه اصلح کما قاله المتکلّمون و کذا القول انه سمیع و بصیر و ما هو کمال فینا من السّمع و البصر هو العلم بالمسموعات والمبصرات و اما

امور کا حامل ہوتا ہے

(۱) اس کام کا تصور جس کا ارادہ ہے۔

(۲) اس کے فائدہ کا تصور

(۳) اس فائدہ کے حاصل ہونے اور اس کام پر اس کے مترتب ہونے کی تصدیق۔

(۴) پھر یہ ارادہ برابر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ عزم (بالجزم) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(۵) جس سے نفس میں (اس کام کے کرنے کا) ایسا شوق و ذوق پیدا ہو جاتا ہے جو اعضاء و جوارح کو حرکت میں لاتا ہے یہاں تک کہ وہ فعل ہم سے صادر ہوتا ہے مگر خدا کا ارادہ (اس طرح نہیں ہے بلکہ کسی چیز اور اس میں جو حکمت پوشیدہ ہے علم ذاتی قدیم سے اس کے معلوم کرنے اور جب اس کو عالم وجود میں لانے میں مصلحت ہو تو اس کو وجود دینے کا نام ارادہ ہے پس بنا بریں ارادہ ایزدی یا تو صرف کسی چیز کو وجود دینے کا نام ہے جیسا کہ اخبار اہلبیتؑ میں وارد ہے (کہ ارادہ الٰہی صفات فعل میں سے ہے۔ یا علم بالاصلح کا نام ہے جیسا کہ متکلمین کا نظریہ ہے اسی طرح یہ تو کہو کہ وہ سمیع و بصیر ہے مگر سماعت اور بصارت کا کمال ہم میں یہ ہے کہ مسموعات (جو باتیں کانوں سے سُنی جاتی ہیں) اور مبصرات (جو چیزیں آنکھوں سے دیکھی جاتی ہیں) کا علم حاصل ہو باقی رہی یہ بات کہ ہم کان سے سنتے اور آنکھ سے دیکھتے

كونهما بآلتي السّمع و البصر مع سائر شرائطهما فانّما هو عجزنا و احتياجنا الى الآلات و اما فيه فليس الاعلمه بالمسموعات و المبصرات ابداً بذاته البسيطة من غير حدوث صورة و الةٍ و اشتراط و جود ذلک الشئی فانها صفات النقص و كذا تقول انه حی و الحيوة فينا انما هو صفة زائدة يقتضی الحس و الحركة و فيه تعالیٰ ثابت علیٰ وجهٍ لا يتضمن النقص فانه حیٌّ بذاتهٖ لانه يصدر منه الافعال و يعلم جميع الامور فذاته البسيطة تقوم مقام الصّفت و الآلات فينا فما هو كمال فی الحيٰوة من كونه مدركا ثابتا له تعالیٰ و ما هو نقص من الاحتياج الى الكيفيّات و الآلات منفی عنه و كذا تقول

ہیں اور وہ بھی اس وقت جب کہ دیکھنے اور سُننے کے شرائط موجود ہوں (مثلاً دیکھنے میں ایک شرط یہ ہے کہ وہ چیز کسی جہت میں ہو، دوسرے یہ کہ اس کے لیے خارجی روشنی موجود ہو، تیسری یہ کہ حدِ بصر سے دُور نہ ہو چوتھے یہ کہ وہ چیز جسم رکھتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ اس لیے ہے کہ ہم آلات و اسباب کے محتاج ہیں مگر خدا کے سمیع و بصیر ہونے کا مطلب بجز اسکے اور کوئی نہیں ہے کہ وہ تمام مسموعات اور مبصرات کا ذاتی علم رکھتا ہے بغیر اس کے کہ اس کی ذات میں اس چیز کی کوئی صورت پیدا ہو یا وہ کسی آلہ کا محتاج ہو اور وہ چیز خارج میں موجود ہو (لان علمه قبل الخلق كعلمه بعد الخلق) کیونکہ یہ امور نقص و عیب کی علامت ہیں (جس سے اس کی ذات منزہ ہے) اس طرح تم یہ تو کہو کہ وہ حی (زندہ) ہے مگر ہم میں حیات ایک صفتِ زائد بر ذات ہے جو حس و حرکت کا تقاضا کرتی ہے مگر خدا میں یہ صفت اس طرح ثابت ہے کہ اس سے کوئی نقص لازم نہیں آتا یعنی وہ بالذات زندہ ہے کیونکہ اس سے مختلف افعال و اعمال کا صدور ہوتا ہے اور وہ تمام امور و اشیاء کو جانتا ہے۔ (اور یہ اس کی حیاۃ و زندگی کی ناقابلِ ردّ دلیل ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہم میں تو مختلف خارجی آلات و اسباب کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہاں صرف اس کی بسیط ذات ان سب کے قائم مقام ہے پس جو چیز کسی

انه متكلّم و الكلام فينا انما يكون بآلات و ادوات و كلامه تعالىٰ ايجاده الاصوات في اىّ شئ ارادو القاء الكلام في نفس ملك او نبي او غير ذلك فلا يقوم به و لا يحتاج في ذالك الى آلة و هو حادث و هو من صفات فعله و ما هو كمال ذاتي من ذالك فهو قدرته تعالىٰ علىٰ ايجاد الكلام او علمه بمدلولاته و هما قديمان من صفاته الذّاتية غير زائدة على ذاته تعالىٰ و هكذا في جميع صفاته فلا تنف عنه تعالىٰ الصّفة و لا تثبت له ما يوجب نقصاً و عجزاً

ثم اعلم انه صادق لا يجوز

ہستی کی حیوۃ کا کمال ہے یعنی مدرک اور عالم ہونا وہ اس کے لیے ثابت ہے اور جو چیز باعث نقص ہے یعنی آلات و کیفیات کا محتاج ہونا وہ اس سے مبرا ہے۔ اسی طرح تم یہ تو کہو کہ خدا متکلم ہے مگر جب ہم کلام کرتے ہیں تو اسباب و آلات (زبان، منہ وغیرہ) کے محتاج ہوتے ہیں لیکن خدا کے کلام کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ جس چیز میں چاہے کلام (یعنی حروف اور آواز) پیدا کر دیتا ہے یا فرشتہ اور نبی کے نفس میں کلام القا کر دیتا ہے۔ پس یہ کلام نہ تو خدا کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں وہ کسی آلہ و سبب وغیرہ کا محتاج ہے، یہ صفت (کلام) حادث ہے (نہ قدیم) نیز یہ صفات فعل میں سے ہے (نہ کہ صفاتِ ذات سے الغرض اس سلسلہ میں جو کچھ خدا کا ذاتی کمال ہے وہ یہ ہے کہ خدا کلام کے ایجاد کرنے پر قادر مطلق ہے یا کلام کے مدلول و مدّعا کا علم رکھتا ہے البتہ یہ قدرت اور علم خدا کے صفات ذاتیہ میں سے ہیں اور قدیم ہیں حادث اور زائد برذات نہیں، یہی قانون تمام صفاتِ خداوندی میں برابر جاری و ساری ہے کہ نہ تو اس سے اصل صفتِ کمال کی نفی کرو اور نہ ہی اس کے لیے وہ کیفیت ثابت کرو جو اس کیلئے باعث نقص و عیب ہو[1]، نیز یہ

---

[1] اس اجمال کی بقدر ضرورت تشریح یہ ہے کہ خداوند عالم کی صفات کی تین قسمیں ہیں، (۱) ہمیشہ اس کے لیے ثابت ہونگی

علیه الکذب

ثم لا بد ان تعتقد ان العالم حادث ای جمیع ما سوی الله بمعنی انه ینتهی ازمنة وجودها فی الازل الیٰ حد

بھی معلوم رہے کہ خداوند عالم صادق ہے اس کے لیے کذب (جھوٹ) روانہیں ہے۔

حدوثِ عالم کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ عالم یعنی خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ حادث ہے بایں معنی کہ ازل میں اس کی ابتداء موجود ہے (جس سے قبل وہ موجود نہ تھا) اور وہ تاویل غلط ہے جو ملحدین کیا کرتے ہیں کہ ذاتاً حادث ہے (مگر بالعرض قدیم ہے یا افراد کے اعتبار

---

(۲) کبھی بھی اس کے لیے ثابت نہ ہوں گی

(۳) کبھی ثابت ہونگی اور کبھی نہ۔ پہلی قسم کا تعلق چونکہ ذات باری تعالیٰ سے ہے اس لیے انھیں صفاتِ ذاتیہ، صفاتِ کمالیہ، صفاتِ جمیلہ، صفاتِ حقیقیہ اور صفاتِ ذات الاضافہ کہا جاتا ہے جیسے علم، قدرۃ، حیوۃ وغیرہ، یہ صفات عینِ ذات ہیں یعنی ذات وصفات میں کبھی جدائی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح ذاتِ احدیت کی اصل حقیقت تک ہمارے عقل کی رسائی ممکن نہیں ہے اسی طرح ان صفات کی کنہِ حقیقت تک بھی ہمارے افہام کی رسائی ممکن نہیں ہے، لہٰذا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا عالم ہے تو دراصل مقصد یہ بیان کرنا ہوتا ہے کہ وہ جاہل نہیں ہے۔ اور جب یہ کہتے ہیں کہ وہ قادر ہے تو غرض یہ ظاہر کرنا ہوتی ہے کہ وہ عاجز نہیں ہے، وعلیٰ ھذا القیاس جہاں تک خدا کے علم وقدرۃ کی حقیقت کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ادراک کی حدوں سے ماوراء ہے۔ دوسری قسم کی صفات کو صفاتِ سلبیہ اور صفاتِ جلالیہ بھی کہا جاتا ہے جیسے یہ کہ خدا جسم نہیں رکھتا، کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور فعل قبیح نہیں کرتا وغیرہ۔ اور تیسری قسم کو صفاتِ فعلیہ اور صفاتِ اضافاتِ محضہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا تعلق خداوندِ عالم کے فعل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کہ وہ خالق، رازق اور محی و مُمیت ہے، جب خدا نے یہ کام ہنوز انجام نہیں دیے تھے تو اس وقت بالفعل خالق ورازق وغیرہ نہیں تھا اور اس سے کوئی نقص بھی لازم نہیں آتا، ہاں جب یہ کام انجام دے تو خالق و رازق کہلایا، اس سے زیادہ وضاحت وصراحت کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

وھذا القدر کاف للخواص فضلاً عن العوام کما لا یخفیٰ علیٰ اولی الافہام (منہ عفی عنہ)

و ينقطع لا على ما اوّله الملاحدة من الحدوث الذّاتي فانّ على المعنى الّذي ذكرنا اجماع جميع المليّين والاخبار به متظافرة متواترة والقول بقدم العالم و بالعقول القديمة و الهيولىٰ القديمة كما يقول الحكماء كفر

ثم اعلم ان انكار ما علم ثبوته من الدّين ضرورة بحيث لا يخفىٰ علىٰ احد من المسلمين الا ماشذّ كفر يستحق منكره القتل

و هي كثيرة كوجوب الصّلوات الخمس و اعداد ركعاتها و اوقاتها في الجملة و اشتمالها على الرّكوع و السّجود

سے حادث ہے اور نوع کے لحاظ سے قدیم ہے) اسی طرح ابد کے لحاظ سے بھی اس کی انتہا موجود ہے جس کے بعد وہ نہ ہوگا۔ عالم کے حادث ہونے کا جو مفہوم ہم نے بیان کیا ہے اس پر تمام اہل ادیان و ملل کا اجماع و اتفاق ہے اور اس کے بارے میں اخبار متظافرہ و متواترہ موجود ہیں۔ عالم کو قدیم سمجھنا یا عقول قدیمہ (جنہیں عقولِ عشرہ کہا جاتا ہے) کا قائل ہونا یا ہیولیٰ (مادّہ) کو قدیم جاننا جیسا کہ فلاسفہ و حکماء کا اعتقاد ہے بالکل کفر ہے۔ (کیونکہ خداوندِ عالم کے سوا کوئی چیز قدیم نہیں ہے)

ضروریاتِ دین کا بیان اور ان کے انکار کرنے کے احکام:

جاننا چاہیے کہ جس چیز کا دینِ اسلام سے ہونا اس طرح بالضرورۃ و بالبداہت ثابت ہو کہ سوائے کسی شاذ و نادر فرد کے اور کسی بھی مسلمان پر مخفی نہ ہو (اور نہ کسی نے اس کی صحت اور اس کے ثبوت میں اختلاف کیا ہو) اس کا انکار کرنا کفر ہے اور اس کا منکر قتل کا سزاوار ہوتا ہے[1]۔

اور یہ ضروریاتِ دین بکثرت ہیں جیسے نمازِ پنجگانہ کا وجوب، ان کی رکعتوں کی تعداد (جو کہ سترہ ہے) ان

---

[1] دین اسلام سے خارج اگر مرتد ملی ہے تو پہلے اسے توبہ کرائی جائے گی، اگر کرلے تو فبہا ورنہ قتل کر دی
جائے گا اور اگر مرتد فطری ہے تو بہر حال واجب القتل ہے۔ (منہ عفی عنہ)

بل تكبيرة الاحرام و القيام و القرائة على الاظهر و اشتراطها بالطّهارة مجملاً و وجوب الغسل من الجنابة و الحيض بل النفاس على الاظهر بل كون الغائط و البول و الرّيح ناقضاً للوضوء على احتمال و كو جوب غسل الاموات و الصّلوٰة عليهم و دفنهم و وجوب الزّكوٰة و صوم شهر رمضان و كون الاكل و الشّرب المعتادين و الجماع فى قبل المرأة ناقضاله و وجوب الحج و اشتماله على الطّواف بل السّعى بين الصّفاء و المروة والاحرام و الوقوف بعرفات و مشعر بل الذّبح و الحلق والرّمى فى الجملة اعم من الوجوب و الاستحباب على احتمال و وجوب الجهاد فى الجملة على الاظهرو رجحان الجماعة فى الصّلوٰة و الصّدقة

کے اجمالی اوقات اور ان کا رکوع و سجود بلکہ علی الاظہر ان کا تکبیرۃ الاحرام، قیام اور قرائت پر مشتمل ہونا اور ان کا اجمالاً مشروط۔ بطہارت ہونا (قطع نظر اس سے کہ اس طہارت کی کیفیت کیا ہے؟) غسلِ جنابت و حیض بلکہ علی الاظہر غسلِ نفاس کا واجب ہونا بلکہ ایک احتمال کے مطابق پاخانہ پیشاب اور ریح کا مبطلِ وضو ہونا یا جیسے غسلِ میت، نمازِ جنازہ اور دفنِ میت کا وجوب اور زکوٰۃ و ماہِ رمضان کے روزوں کا واجب ہونا، اور معمول کے مطابق کھانے پینے اور قانونِ فطرت کے موافق عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کا مبطلِ روزہ ہونا، حج کا وجوب، اور اس کا طواف بلکہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے، احرام باندھنے، بمقام عرفات و مشعر وقوف کرنے، بلکہ ایک احتمال کے مطابق حج کا اجمالاً، قربانی کرنے سر منڈانے اور کنکر مارنے پر مشتمل ہونا عام اس سے کہ (یہ امور) واجب ہوں یا مستحب۔ اظہر یہ ہے کہ اجمالاً جہاد کا وجوب بھی ضروریات دین میں داخل ہے (قطع نظر اس وجوب کے شرائط کے) اسی طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور فقراء و مساکین کو صدقہ دینے کا راجح و افضل ہونا، علم اور اہلِ علم کے فضل و کمال کا اقرار کرنا، نفع دہندہ صداقت کی فضیلت اور نقصان دہندہ جھوٹ کی رذیلت، زنا و لواطت اور شراب خوری کی حرمت۔ ہاں البتہ نبیذ کی

علی المساکین و فضل العلم و اهله و فضل الصّدق النّافع و مرجوحیة الکذب الغیر النّافع و حرمة الزّنا و اللّواط و شرب الخمر دون النبیذ لانه مما لا یجمع علیه المسلمون و اکل لحم الکلب و الخنزیر و الدّم والمیتة و حُرمة نکاح الامهات و الاخوات والبنات و بنات الاخ و بنات الاخت و العمّات و الخالات بل ام الزّوجة و اختها معها علی الاظهر و حرمة الرّبوا فی الجملة علیٰ احتمال و حرمة الظّلم و اکل مال الغیر بلا جهة تحلله و حرمة القتل بغیر حق بل مرجوحیّة السّب والقذف و رجحان السّلام و ردّه علیٰ الاظهر و رُجحان برّالوالدین و مرجوحیّة عقوقهما بل رجحان صلة الارحام علیٰ احتمال وغیر ذالک مما اشتهر بینهم بحیث لا

حرمت ضروریات دین سے نہیں ہے کیونکہ اس کی حرمت پر تمام اہلِ اسلام کا اجماع و اتفاق نہیں ہے بلکہ بعض اسلامی فرقوں کے نزدیک جائز ہے۔) کُتے اور خنزیر، خون اور مردار کے گوشت کی حرمت اور درج ذیل عورتوں سے نکاح کا حرام ہونا۔ (۱) مائیں۔ (۲) بہنیں (۳) بیٹیاں۔ (۴) بھتیجیاں۔ (۵) بھانجیاں (۶) پھوپھیاں (۷) خالائیں بلکہ علی الاظہر زوجہ کی ماں (ساس) اور زوجہ کی موجودگی میں اس کی بہن (سالی) سے نکاح کرنا علی الاحتمال فی الجملہ سود کا حرام ہونا اور بلا جوازِ شرعی کسی کا مال کھانے اور بلاوجہ شرعی کسی کو قتل کرنے کی حُرمت، بلکہ کسی کو گالی دینے، تہمتِ زنا لگانے کی مرجوحیت اور علی الاظہر سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کا رُجحان، اسی طرح والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت اور ان کی نافرمانی کرنے کی رذیلت بلکہ بناء بر احتمال صلۂ رحمی کرنے کا رجحان وغیرہا من ضروریات الاسلام جو اس طرح تمام اہلِ اسلام میں مشہور و مسلم ہیں ک سوائے کسی شاذ و نادر شخص کے اور کوئی بھی ان می شک وشبہ اور انکار نہیں کرتا۔ (واللہ الموفق)

ضروریاتِ مذہب کا بیان اور ان کے انکا کے احکام:

باقی رہے وہ امور جن کا بطریق مذکور مذہ

يشك فيه الّا من شذّ منهم

امّا انكار ما علم ضرورة من مذهب الاماميّة فهو يلحق فاعله بالمخالفين و يخرجه عن التديّن بدين الائمة الطاهرين صلوات الله عليهم اجمعين كامامة الأئمة الاثنا عشر و فضلهم و علمهم و وجوب طاعتهم و فضل زيارتهم و امّا مودّتهم و تعظيمهم فى الجملة

فمن ضروريات دين الاسلام و منكره كافر كالنواصب و الخوارج و ممّا عدّ من ضروريات دين الاماميّة استحلال المتعة و حجّ التّمتع والبرائته من ....

.... و معاوية و يزيد بن معاويه و كل من حارب اميرالمؤمنين او غيره من الأئمة و من جميع قتلة الحسين عليه السّلام و قول حىّ علىٰ خير العمل فى الاذان

امامیہ کی ضروریات سے ہونا ثابت ہے، ان کا انکار کرنے والا مذہب اہل بیت سے خارج ہو جاتا ہے (اگر چہ اسلام کے دائرہ میں داخل رہتا ہے) اور مخالفین کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے، جیسے کہ ائمۂ اثنا عشر کی امامتِ حقہ، ان کے علم و فضل اور کمال و جلال، ان کی اطاعت و اتباع کے واجب ہونے اور ان کی زیارت کی فضیلت کا انکار کرنا لیکن جہاں تک ان کی محبت و مودّت اور تعظیم و تکریم کا تعلق ہے تو وہ ضروریات دین میں سے ہے اور جو اس کا منکر ہے جیسے ناصبی اور خارجی وہ کافر ہے۔ منجملہ ان امور کے جن کو مذہب شیعہ کے ضروریات میں سے شمار کیا گیا ہے، متعہ [1] اور حجِ تمتع کو حلال سمجھنا بھی ہے، نیز فلاں فلاں، فلاں اور یزید اور اس کے باپ اور ہر اس شخص سے بیزاری اختیار کرنا ہے جس نے جناب امیرالمومنین یا دیگر ائمۂ طاہرین میں سے کسی کے ساتھ جنگ و جدال کیا ہے، اسی طرح جناب امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے برائت ظاہر کرنا اور اذان میں کلمۂ حی علی خیر العمل کہنا بھی ضروریات مذہب میں داخل ہے۔ (الی غیر ذالک من ضروریات المذهب)

---

[1] اس مسئلہ اور درج ذیل مسائل میں جو حضرات تفصیلی دلائل اور سیر حاصل بحث دیکھنے کے خواہشمند ہوں وہ ہماری کتاب تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

ثم لا بدان تعتقد فی النبی و الأئمة انهم معصومون من اول العمر الیٰ آخره من صغائر الذنوب و کبائرها و کذا جمیع الانبیاء و الملائکة

و انهم اشرف المخلوقات جمیعاً و انّهم افضل من جمیع الانبیاء و جمیع الملائکة و انهم یعلمون علم ما کان و علم ما یکون الیٰ یوم القیامة

عصمت نبیؐ وائمہ کا بیان:

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ وہ اول عمر سے لیکر آخر عمر تک (الغرض مہد سے لحد تک) ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم و مطہر ہیں اور یہی اعتقاد باقی تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے متعلق رکھنا بھی ضروری ہے۔

فضائل ائمہ، اھلِ بیت علیہم السلام:

یہ بزرگوار تمام مخلوقاتِ خداوندی سے اشرف و اعلیٰ ہیں اور (سوائے خاتم الانبیاءؐ کے باقی) تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین سے افضل ہیں اور وہ گزشتہ اور قیامت تک کے آئندہ (حتمی) حالات اور واقعات سے باخبر[1] ہیں۔

---

[1] مسئلہ علم امام اسلام کے معرکۃ الآرا مسائل میں سے ہے اس میں کئی قسم کے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کیا امام کا علم حضوری ہے یا حصولی؟ جزوی ہے یا کلی؟ امام علم غیب جانتے ہیں یا نہ؟ ان تمام امور کی تفصیلات مع دلائل ہم نے "اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ" میں درج کردی ہیں، ان تمام تفصیلات و تحقیقات کا جامع خلاصہ یہ ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ کا علم وہبی اور حصولی ہے نہ کہ حضوری، ہاں البتہ جہاں تک علم شریعت کا تعلق ہے اسے تو وہ بالفعل جانتے ہیں اور جہاں تک کونیات اور ما کان و ما یکون کا تعلق ہے تو اس کے متعلق ان کا علم ارادی ہے یعنی بعض کو بالفعل جانتے ہیں اور بعض کو بالقوۃ باین طور کہ جب ثریٰ سے ثریا تک جس چیز کے متعلق معلوم کرنا چاہیں تو اسے باعلام اللہ معلوم کرلیتے ہیں چنانچہ استاذ المجتہدین آقائے سید ابراہیم اعلی اللہ مقامہ، "ضوابط الاصول" جلد ا ص ۲۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں: "اتفاق الامامیه علی کون علم الامام ارادیا لا فعلیاً حضوریاً" یعنی فرقۂ امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام کا علم ارادی ہے نہ کہ فعلی و حضوری۔

و ان عندهم آثار الانبياء و كتبهم كالتوراة والانجيل والزبور و صحف آدم و ابراهيم و شيث و عصا موسىٰؑ و خاتم سليمنؑ و قميص ابراهيمؑ و التابوت والالواح وغير ذالك و انه كما كان جهاد من جاهد و قعود من قعد عن الجهاد و سكوت من سكت و نطق من نطق و جميع افعالهم و احوالهم و اقوالهم بامرالله و ان كلما علمه رسولؐ الله علمهٔ عليا

نیز ان کے پاس سابقہ انبیاء کے آثار وتبرکات اور کتب وبینات موجود ہیں جیسے توراۃ، انجیل زبور اور آدمؑ وابراہیمؑ اور شیثؑ کے صحیفے جناب موسیٰؑ کا عصا، جناب سلیمانؑ کی انگوٹھی جناب ابراہیمؑ کی قمیص، تابوتِ سکینہ، الواح (موسوی) وغیرہ (الغرض سب انبیائے سلف کے تبرکات ان کے پاس موجود ہیں) اور ان ذوات مقدسہ میں سے کسی مجاہد کا جہاد ہو یا قاعدِ (خانہ نشین) کا قعود، ناطق (بولنے والے) کا نطق ہو یا ساکت وصامت کا سکوت (غرض کہ) ان کے تمام افعال، احوال اور اقوال حکمِ خداوندی کے مطابق ہوتے ہیں۔ (بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول و ھم بامرہ یعملون) جو کچھ جناب رسولؐ خدا (منجانب اللہ) جانتے تھے، آپ نے وہ سب کچھ جناب امیر علیہ السّلام کو تعلیم دے دیا

"اصول کافی" میں پورا ایک باب اس عنوان کا موجود ہے: ان الامام اذا اراد ان یعلم شیئا اعلمہ اللہ۔ اسی طرح سابع "بحارالانوار" اور "بصائر الدرجات" میں اس قسم کی متعدد احادیث موجود ہیں اور جہاں تک کُلّی وجُزوی کی بحث کا تعلق ہے تو اگر ان کے علم کو ہمارے علم سے نسبت دی جائے تو یقیناً کُلّی ہے اور اگر اسے علمِ خداوندی کے بالمقابل دیکھا جائے تو جُزئی نظر آتا ہے۔ (ولا یحیطون بشئی من علمہ الّا بما شاء)

اسی طرح گو وہ باعلامِ اللہ بہت سے مغیبات پر مطلع ہیں مگر ان کو "عالم الغیب" نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ شرعی اصطلاح کے مطابق عالم الغیب کا اطلاق اس ذات واحد ویکتا پر کیا جاتا ہے جس کا علم کلی واحاطی ہو اور ذاتی ہو اور وہ صرف خالقِ کائنات کی ذات ہے۔

ھذا ھو الصراط المستقیم فاتبعوہ و لا تتبعوا السُّبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔ (منہ عفی عنہ)

و كذا كل لاحق يعلم جميع علم السّابق عند امامته و انهم لا يقولون برايٍ ولا اجتهاد بل يعلمون جميع الاحكام من الله و لا يجهلون شيئاً يسئلون عنه و يعلمون جميع اللّغات و جميع اصناف النّاس بالايمان و الكفر و يعرض عليهم اعمال هذه الأمّة كل يوم ابرارها و فجّارها

ولا تعتقد انهم خلقوا العالم بامر الله فانا قد نهينا فى صحاح الاخبار عن القول به ولا عبرة بمارواه البرسى و غيره من الاخبار الضّعيفة و

اسی طرح ہر آنے والا امام جب ظاہری عہدۂ امامت پر فائز ہوتا ہے تو اپنے پیشرو امام کے تمام علم کا عالم ہوتا ہے۔ یہ بزرگوار ذاتی رائے و اجتہاد سے مسائل بیان نہیں کرتے بلکہ منجانب اللہ تمام احکام (مسائل حلال و حرام) کو جانتے ہیں اور ان سے جس چیز کا سوال کیا جائے وہ اس سے ناواقف نہیں ہوتے۔ (الحجة من لا یقول لا ادری) وہ تمام زبانیں جانتے ہیں اور تمام لوگوں کو کفر و ایمان کے ساتھ پہچانتے بھی ہیں اور ہر روز اس اُمت کے نیکوکاروں اور بدکاروں کے (نامہائے) اعمال ان کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

تفویض کی نفی کا بیان:

یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھو کہ ان ذواتِ عالیہ نے خدا کے حکم سے اس کائنات کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح السند اخبار و آثار میں ہمیں یہ عقیدہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے شیخ رجب برسی وغیرہ نے اس سلسلہ میں جو بعض ضعیف اخبار نقل کیے ہیں وہ قابل[1] اعتبار نہیں ہیں اور ان کیلئے سہو و نسیان جائز نہیں ہے۔

---

[1] اقوامِ عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح و آشکار ہوتی ہے کہ عامۃ الناس ہمیشہ اپنے پیشواؤں اور رہنماؤں کی محبت میں افراط کا شکار رہے ہیں یعنی محبت کے غلط جوش و جذبہ میں آ کر ان کو ان کے حدود سے بڑھاتے رہے ہیں۔ یہی جذبہ تھا جس نے یہودیوں سے جناب عزیر اور عیسائیوں سے جناب عیسیٰ کو "ابن اللہ" کہلوایا اور ان کی دیکھا دیکھی بعض نام نہاد مسلمانوں نے جناب رسولؐ خدا اور علی المرتضیٰ کو خدائی کے درجہ تک پہنچایا اور بعضوں نے گو ان ذواتِ عالیہ کو خدا تو نہ کہا مگر وہ بھی ان کو خدائی صفات و کمالات کا حامل قرار دیکر غلو و تفویض کے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئے۔ فضلوا واضلوا کثیراً۔

لا یجوز علیهم السّهو و النسیان و ماورد به من الاخبار محمولة علی التقیة

اس سلسلہ میں جو بعض اخبار وارد ہیں (جن سے ان کا سہو و نسیان ظاہر ہوتا ہے) وہ تقیہ پر محمول ہیں۔ (کیونکہ مخالفین اس کے قائل ہیں)۔

معراجِ جسمانی کا تذکرہ:

و یجب علیک ان تقرّ بالمعراج الجسمانی و انه عرج ببدنه الشّریف و تجاوز عن

معراج جسمانی کا عقیدہ رکھنا واجب ہے یعنی یہ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بدن شریف کے ساتھ (عالم امکان کی آخری حد، قابَ قوسین اَوْ ادنیٰ کی منزل تک) تشریف لے

جس طرح عابد کو معبود، ساجد کو مسجود مرزوق کو رازق الغرض مخلوق کو خالق قرار دینا اور خدا کا انکار کرنا کھلم کھلا غلو ہے (جو سراسر کفر و الحاد ہے) اسی طرح یہ کہنا کہ خدا نے تو صرف سرکار محمد و آل محمد کو خلق کیا ہے بعد ازاں ان حضرات نے اس کائنات کو خلق کیا ہے اور یہ کہ خدا نے نظام کائنات چلانے کا کام ان ذواتِ عالیہ کے سپرد کر دیا ہے، اب یہی بزرگوار خلق کرتے، رزق دیتے اور مارتے وجلاتے ہیں یہ کھلم کھلا "تفویض" ہے (جو غلو کا ایک شعبہ وحصہ ہے) یہ عقیدہ باتفاق جمیع اہل حق باطل و عاطل ہے۔ قرآن اور پورا دفتر حدیث اس کے بطلان کے دلائل سے چھلک رہا ہے۔ ائمہ معصومینؑ نے اس فاسد عقیدہ رکھنے والوں کو کافر، مشرک اور ملعون قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا خلق و رزق وغیرہ امور خدا نے آپ کے سپرد فرمائے ہیں؟ آپ جواب میں فرماتے ہیں: لا والله ما فوض الله الی احَدٍ من خلقه لا الی رسول الله و لا الی الأئمة علیهم السّلام خدا کی قسم خدا نے کسی بھی مخلوق کو یہ امور سپرد نہیں فرمائے، نہ رسولؐ خدا کو اور نہ دوسرے آئمہ ھدیٰ کو (کفایۃ الموحدین جلد ۱ ص ۲۳۷) حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: و من زعم ان الله عزّ و جلّ فوض امر الخلق و الرزق الیٰ حججه فقد قال بالتفویض و القائل بالجبر کافر و القائل بالتفویض مشرک. جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ خدا نے پیدا کرنے اور روزی دینے کا معاملہ اپنی حجتوں (نبی و امام) کے سپرد کر دیا ہے، وہ تفویض کا قائل ہے جو جبر کا قائل ہے وہ کافر ہے اور جو تفویض کا قائل ہے وہ مشرک ہے۔ (عیون الاخبار ص ۷۲ ح ۳ سابع بحار الانوار ص ۳۵۸)

بعض لوگ اپنے اس فاسد عقیدہ کو "باذن اللہ"۔ "بامر اللہ" کے پیوند کا سہارا دیتے ہیں حالانکہ یہ تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور سہارا ہے۔ بعض احادیث معتبرہ میں بالتصریح اس بات کی نفی وارد ہوئی ہے۔

السمٰوٰت و لا تصغ الیٰ شبه الحکماء فی نفی الخرق و الالتیام علی الافلاک فانها و اهیة ضعیفة و المعراج من ضروریات الدین و انکاره کفر

و ان تکون فی مقام التسلیم فی

گئے اور آسمانوں سے آگے نکل گئے۔ فلسفیوں کے شبہات پر کان نہ دھرو جو وہ افلاک میں خرق والتیام کی نفی پر پیش کیا کرتے ہیں کیونکہ وہ بالکل ہی بودے اور کمزور ہیں[1]۔ عقیدۂ معراج ضروریاتِ دین میں سے ہے اس لیے اس کا انکار کفر ہے۔

تسلیم ورضا کا بیان:

یہ بھی ضروری ہے کہ تمہارے دینی پیشواؤں

چنانچہ رسالہ تصحیح العقائد طبع حیدرآباد دکن ص ۱۳ پر بحوالہ ”بحار الانوار“ اور ”حدیقہ سلطانیہ“ جلد ۳ ص ۸۷ طبع لکھنؤ پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث شریف موجود ہے، فرمایا: من قال نحن الخالقون بامر الله فقد کفر۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہم خدا کے حکم سے پیدا کرتے ہیں وہ کافر ہے۔ انہیں حقائق کی بناء پر سرکار علامہ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھو کہ ان بزرگوں نے اللہ کے اذن وامر کے ساتھ اس عالم کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح السند روایات میں یہ بدعقیدہ رکھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے اور جو بعض آثار ان حقائق کے خلاف نظر آئیں تو سمجھ لو کہ وہ غلات ومفوضہ کی پیداوار ہیں جیسے خطبۃ البیان وامثالہا کے متعلق غواص بحار اخبار آئمہ اطہار سرکار علامہ مجلسی نے فرمایا ہے ملاحظہ ہو ہفتم ”بحار الانوار“ ص ۳۶۷ اور یہاں بھی شیخ رجب برسی جیسے حاطب اللیل قسم کے مؤلفین کی روایات پر تبصرہ فرمادیا ہے کہ وہ ناقابلِ اعتبار ہیں اور بحار الانوار کے مقدمہ میں شیخ رجب موصوف کی ”انوار الیقین“ پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے کہ وہ افراط وغلو پر مشتمل ہے و لا ینبئک مثل خبیر۔ ہر قسم کی افراط وتفریط سے محفوظ اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کا مرکز خداوندِ عالم کی ذات کو سمجھا جائے اور وہاں تک رسائی کا ذریعہ اور وسیلہ اور اس کی بارگاہِ معلّی میں شفیع سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کو سمجھا جائے۔ (یا یها الذین امنوا اتقوا الله و ابتغوا الیه الوسیلة)۔ (منہ عفی عنہ)

[1] ان شبہات کی بنیاد نظامِ بطلیموس پر قائم ہے اور فلکیات کے متعلق آج اس نظام کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھر چکی ہیں۔ لہٰذا سائنس کی موجودہ ترقی کے دور میں جبکہ لوگ چاند پر اپنی ہمت کا پرچم لہرانے کے بعد آج زہرہ ومریخ پر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج جسمانی کی صحت وصداقت محتاجِ بیان نہیں رہی بلکہ اسے چار چاند لگ گئے ہیں۔ (منہ عفی عنہ)

کل ما وصل الیک من موالیک فان ادرکه فهمک و وصل الیه عقلک تؤمن به تفصیلاً و الافتؤمن به اجمالاً و ترّد علمه الیهم و ایاک ان تردّ شیئاً من اخبارهم لضعف عقلک لعلّه یکون منهم و رددته بسوء فهمک فکذبت الله فوق عرشه کما قال الصّادق علیه السّلام و اعلم ان علومهم عجیبة و اطوار هم غریبة لا یصل الیها عقولنا و لا یجوزلنا ردّ ما وصل الینا من ذالک

ثم اعلم انه یجب الاقرار حضور النبیّ و الأئمة الاثناء عشر علیهم السّلام عند موت الابرارو الفجّار و المؤمنین والکفّار فینفعون المؤمنین بشفاعتهم فی تسهیل غمرات الموت و سکراته علیهم و

اور حقیقی رہنماؤں کی طرف سے جو کچھ تم تک پہنچے تم مقامِ تسلیم میں رہو اگر اس کی اصل حقیقت تک تمہاری عقل وفہم کی رسائی ہو جائے تو اس پر تفصیلی ایمان لاؤ ورنہ اجمالی ایمان پر اکتفا کرتے ہوئے اس کا حقیقی علم ومفہوم انہیں ذواتِ مقدسہ کے سپرد کرو۔ خبردار! کہیں اپنی کمزوری عقل کی وجہ سے ان کے اخبار و آثار کو رد نہ کرنا، شاید (فی الواقع) وہ انہیں کا ارشاد ہو جسے تم اپنی کج فہمی سے ٹھکرادو اور اس طرح عرشِ علا پر تکذیبِ خدا کے جرم کے مرتکب قرار پاؤ جیسا کہ حضرت صادق آلِ محمدؑ نے فرمایا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ ان حضرات کے علوم بڑے عجیب اور اطوار بڑے غریب ہیں جن (کی تہ) تک ہمارے عقول وافہام کی رسائی نہیں ہو سکتی اس لیے اس سلسلہ میں جو کچھ ہم تک پہنچے اس کا رد کرنا جائز نہیں ہے۔

حضور معصومینؑ عند المحتضرین کا بیان:

یہ اقرار کرنا بھی واجب ہے کہ ہر مرنے والے کے پاس خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار، مؤمن ہو یا کافر نابکار، جناب رسولؐ خدا اور آئمہ ہدیٰ حاضر ہوتے ہیں (یعنی مرنے والا ان کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے) اور شفاعت کر کے اہلِ ایمان پر سکراتِ موت اور اس کے شدائد کو آسان کر کے ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور منافقین و دشمنانِ اہلِ بیت کے

يشدّدون على المنافقين و مبغضى اهل البيت عليهم السّلام و ورد فى الاخبار ان الماء الّذى يسيل من اعين المؤمنين عند الموت و مومن شدّة فرحهم سرورهم برؤية النبى و الأئمة و يجب الاقرار بذالک مجملاً لا يلزم التفكّر فى كيفية ذالک انهم فى الاجساد الاصلية المثالية او بغير ذالک ولا يجوز التاويل بالعلم و انتقاش الصّور فى القوىٰ الخيالية فانه تحريف لما ثبت فى الدّين و تضيع لعقائد المؤمنين

شدائد و مصائب میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ بعض اخبار میں وارد ہے کہ موت کے وقت اہل ایمان کی آنکھوں سے جو پانی بہتا ہے وہ جنابِ رسولؐ خدا اور آئمہ ھدیٰ کی زیارت سے حاصل ہونے والی روحانی مسرت و شادمانی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس بات کا اجمالی اقرار کرنا واجب ہے اور اس (حاضر ہونے) کی کیفیت میں غور و فکر کرنا لازم نہیں ہے کہ آیا وہ بزرگوار اپنے اصلی اجساد و ابدان کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں یا اجساد مثالیہ کے ساتھ یا کسی اور طریقہ سے اس حقیقت کی اس طرح تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو (مرنے والے کا) علم ہوتا ہے یا مرنے والوں کی قوتِ خیالیہ میں ان کی مقدس صورتوں کا عکس پڑتا ہے کیونکہ ایسا کرنا ایک ثابت شدہ دینی حقیقت کی تحریف ہے اور اہلِ ایمان کے عقائد کو پامال کرنے کے مترادف ہے۔[۱]

---

[۱] چونکہ ایک جسم کا (خواہ وہ لطیف ہو یا کثیف) ایک آن میں ایک سے زائد مقام پر حاضر ہونا ان محالاتِ عقلیہ اور ناممکناتِ قطعیہ میں سے ہے جن سے قادر کی قدرت کا تعلق ہی نہیں ہو سکتا اور کوئی معجزانہ طاقت بھی ان کو ممکن بنا کر وجود میں نہیں لا سکتی۔ اُدھر یہ بھی شیعیانِ علیؑ کا مشہور و مسلم عقیدہ ہے کہ ہر مرنے والا خواہ مومن ہو یا منافق، مسلم ہو یا کافر، نیکوکار ہو یا بدکار مرتے وقت ائمہ اطہار کی زیارت سے مشرف ضرور ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ ایک آن میں بیسیوں لوگ مرتے ہیں تو اگر وہ ہر مرنے والے کے پاس جسم اصلی تشریف لے جائیں تو پھر یہ شرعی عقیدہ اس محال عقلی والے مسلمہ سے متصادم ہو جائے گا اور علم کلام کا یہ مسلم الثبوت قاعدہ و قانون ہے کہ اگر کہیں کوئی شرعی مسئلہ کسی مسلمہ عقلی قاعدہ سے متصادم ہو تو بناء بر تسلیم

و یجب الایمان بان الروح باق بعد مفارقة الجسد و یتعلق بجسد مثل هذا الجسد و هو مع جنازته و یطلع علی مشیعیه فان کان مؤمناً یناشدهم فی التعجیل لیصل الی ما

جسم سے جُدائی کے بعد بقاءِ روح کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ رُوح جسم سے مفارقت و جُدائی کے بعد باقی رہتی ہے، (فنا نہیں ہو جاتی) اور اس مادّی جسم جیسے جسم مثالی کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے (جس میں گوشت پوست نہیں ہوتا) اور وہ برابر جنازہ کے ساتھ ساتھ رہتی ہے اور اپنے مشایعت کرنے والوں سے آگاہ رہتی ہے۔ پس اگر وہ مرنے والا مؤمن ہے

صحت اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا لازم ہے جس سے وہ ظاہری تصادم ختم ہو جائے۔ (قرآنی متشابہات میں بھی یہی قانون جاری و ساری ہے) یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر ہمیشہ علماء اعلام نے اس ظاہری تصادم کو ختم کرنے کے لیے مختلف قسم کی تاویلیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) حضرت شیخ مفید اور حضرت سید مرتضیٰ علم الھدیٰ نے تو یہ تاویل بیان کی ہے کہ ہر مرنے والا مرتے وقت محبت یا عداوت اہل بیت کا ثمرہ و نتیجہ دیکھتا ہے۔ (اوائل المقالات شیخ والدُّرر والغرر سید)

(۲) بعض علمائے عظام جن میں خود سرکار مجلسی علیہ الرحمۃ بھی شامل ہیں۔ یہ تاویل فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار مرنے والے کے پاس جسم مثالی کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ (بحار الانوار جلد ۳۱ ص ۱۲۷ مصابیح الانوار جلد ۲ ص ۱۷۳)

(۳) یہ بزرگوار آفتاب عالمتاب کی مانند اپنے مرکز و مستقر پر تشریف فرما ہوتے ہیں مگر مرنے والے کی بینائی اس قدر تیز ہو جاتی ہے کہ وہ ان کو وہاں دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ گویا میرے پاس تشریف فرما ہیں، یہ تاویل بھی خود سرکار مجلسی نے سیوم بحار الانوار میں "یمکن" کہکر ذکر فرمائی ہے۔

(۴) خداوند عالم مرنے والے کے سامنے ان ذوات مقدسہ کی تمثال مبارک پیش کر دیتا ہے، اس تاویل کو محدث جلیل سید نعمت اللہ جزائری نے انوار النعمانیہ ص ۴۵۱ پر اختیار فرمایا ہے۔

(۵) محتاط علمائے کرام ہمیشہ ایسے غامض اور متشابہ مقامات پر یہ روش اختیار فرماتے ہیں کہ نہ تو محض عقلی استبعاد کی بناء پر ایسے حقائق ثابتہ کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی ظاہری معنوں کا اقرار کرتے ہیں بلکہ ایسے حقائق پر اجمالی ایمان رکھتے ہیں اور تفصیلی حقائق انھی کے حوالے کرتے ہیں جن کے گھر سے نکلے ہیں،

اعد الله له من الدّرجات الرفيعة والنّعم العظيمة و ان كان منافقاً يناشدهم فی عدم التعجيل حذراً ممّا اعد الله له من العقوبات و هو مع غاسله و مقلّبه و مشيّعه حتیٰ اذا دفن فی قبره و رجع مشيّعوه و ينتقل الرّوح الیٰ جسده الاصلی

تو مشایعت کرنے والوں سے جلدی لے جانے کی التجا کرتی ہے تاکہ ان بلند درجات اور عظیم نعمتوں تک پہنچ سکے جو خدا نے اس کے لیے مہیا کر رکھی ہیں اور اگر مومن نہیں ہے تو ان کو خدا کے واسطے دیتی ہے کہ اس کو قبر میں لے جانے میں جلدی نہ کریں کیونکہ خدا نے اس کے لیے جو کچھ عذاب وعقاب مہیا کر رکھا ہے وہ اس سے خوف زدہ ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ برابر غسل دینے والے، اسے اُلٹنے پلٹنے والے اور مشایعت کرنے والے کے ہمراہ رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جب میت کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور مشایعت کرنے والے واپس لوٹ جاتے ہیں تب اسے اصلی جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔

چنانچہ غواص بحار الانوار حضرت علامہ مجلسی سیوم بحار الانوار ص ۱۲۷ پر مذکورہ بالا تمام تاویلات کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: والاحوط والاولیٰ فی امثال تلک المتشابهات الایمان بها و عدم التعرض لخصوصیاتها و تفاصیلها و احالة علمها الی الامام علیه السّلام کما ورد فی الاخبار الّتی اوردناها فی باب التّسلیم والله یهدی من یشاء الیٰ صراطٍ مُستقیم۔ یعنی احوط واولیٰ یہ ہے کہ اس قسم کے متشابہات پر (اجمالی) ایمان ضرور رکھا جائے مگر ان کی تفصیلات کے متعلق بحث نہ کی جائے بلکہ انھیں امامِ عالی مقام کی طرف لوٹایا جائے ایسا ہی علامہ سید عبداللہ الشبر نے اپنی کتاب "مصابیح الانوار" جلد ۲ ص ۳۷ طبع "النجف" پر افادہ فرمایا ہے۔

والأحوط و الأولیٰ الایمان بذالک اجمالاً وایکال العلم التفصیلی الی الله و رسوله و خلفائه والله العالم بالحقیقة.

مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہے۔ ہمارا ذاتی رجحان بھی اسی طرف ہے اور ایسے مقامات پر ہمارا ہمیشہ یہی موقف رہا ہے اور رہے گا، ان شاء اللہ العزیز۔ بہر نوع ان حقائق سے اتنا تو واضح وعیاں ہو گیا کہ اس موضوع کا نبی وامام کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے والے غلط عقیدہ کے ساتھ کوئی ربط و تعلق نہیں ہے اور اس حضور آئمہ والے عقیدہ سے اس کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا نہیں دیا جا سکتا وھو المقصود۔ (منہ عفی عنہ)

فیجیئه الملکان منکرو
نکیر فی سورة مهیبة ان کان
معذباً و مبشر و بشیر فی صورة
حسنة ان کان من الابرار
فیسئلان عنه عن عقائده التی
یعتقد من الائمة و احداً بعد
واحد فان لم یجب عن واحد
منهم یضربانه بعمود من نار
یمتلئ قبره ناراً الیٰ یوم القیامة
و ان اجاب یبشرانه بکرامة الله و
یقولان له نم نومة العروس
قریر العین

و ایاک ان تأوّل هٰذین الملکین
وسؤالهما فانه من ضروریات الدین
و ایاک ان تضغ الیٰ تأویلات
الملاحدة فی جمیع الملائکة
بالعقول و النفوس الفلکیة فانه قد

قبر میں نکیرین کی آمد:

اس وقت اگر مرنے والا بدکار اور عذاب کا سزاوار ہو تو اس کے پاس منکر و نکیر ہیبت ناک شکل و صورت میں اور نیکوکاروں میں سے ہو تو اُس کے پاس مبشر و بشیر خوش آئند شکل و صورت میں آتے ہیں اور آکر اس سے اس کے تمام عقیدے کے بارے میں (بالعموم) اور اماموں کے متعلق (بالخصوص) نام بنام سوال کرتے ہیں، پس اگر کسی ایک امام کے متعلق بھی وہ صحیح جواب نہ دے تو اس کو ایک ایسا آتشیں گرز مارتے ہیں کہ اس کی قبر قیامت تک آگ سے بھر جاتی ہے اور اگر صحیح جواب دے تو اسے خدا کی عنایت و کرامت کی خوش خبری سُناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرح آرام و سکون کے ساتھ خنک چشم ہو کر سو جا جس طرح عروس حجلۂ عروسی میں سوتی ہے۔

ملائکہ کا مقدس تذکرہ:

خبردار! ان دو فرشتوں اور ان کے سوال و جواب کی کوئی تاویل نہ کرنا کیونکہ یہ عقیدہ (اپنی مذکورہ بالا ظاہری کیفیت کے ساتھ) ضروریات دین میں سے ہے، ملائکہ کے متعلق ملحدین نے جو تاویلات و توجیہات بیان کی ہیں کہ ان سے مراد عقول اور نفوس فلکیہ ہیں ان کی طرف کان نہ دھرو کیونکہ آیاتِ متظافرہ اور روایاتِ متواترہ سے یہ

SIRTAIN.COM

تظافرت الآيات و تواترت الاخبار بكونهم اجساماً لطيفةً يقدرون على التشكّل باشكال مختلفة و يراهم رسولُ الله و الائمة و انهم او لوا اجنحة مثنىٰ و ثلاث و ربع و انهم اكثر خلق الله و اعظمهم و قد وردت الاخبار الكثيرة من كلّ واحدٍ من الائمة فى كيفياتهم و عظمهم و غريب خلقهم و شئونهم و اشغالهم و اطوارهم.

و يجب ان تعتقدان السمٰوات غير متطابقة بل من كل سماء الى سماءٍ خمس مائة سنة و ما بينهما مملوة من الملائكة قدورد فى الاحاديث انه مامن موضع قدم فى

حقیقت ثابت ہے کہ فرشتے جسم لطیف رکھتے ہیں اور مختلف شکلیں وصورتیں اختیار کرنے پر قدرت رکھتے ہیں، جن کو جناب رسولؐ خدا اور ائمہ ھدیٰ دیکھتے ہیں، وہ پر بھی رکھتے ہیں، بعض کے دو دو بعض کے تین تین اور بعض کے چار چار ہوتے ہیں وہ (از روئے تعداد) سب مخلوق خدا سے زیادہ اور (از روئے جسامت) سب سے بڑے ہیں۔ ان کی کیفیت اور بڑائی، عجیب وغریب خلقت، ان کے اشغال وحالات اور اخلاق و اطوار کے بارے میں ائمہ اطہار کے بہت سے اخبار وارد ہوئے ہیں۔[1]

فلکیات کے متعلق اسلامی نظریہ:

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ آسمان تہہ بہ تہہ نہیں بلکہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور ان کا درمیانی حصہ فرشتوں سے پُر ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ آسمانوں میں قدم رکھنے کی بھی کوئی ایسی جگہ نہیں جس میں خدا کی تسبیح و تقدیس کرنے والا کوئی فرشتہ موجود نہ ہو۔[2]

---

[1] اس سے زیادہ اس عنوان کی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں۔ (منہ عفی عنہ)

[2] آسمانوں کی حقیقت ان کی زمین سے دُوری اور ان کی باہمی مسافت اور دیگر تمام متعلقہ موضوعات کی تفصیلات معلوم کرنے کے لیے کتاب "البدر التمام" اردو ترجمہ "الھیئۃ والاسلام" کا مطالعہ بہت سود مند اور مفید ہے لھذا اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو ضرور اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (منہ عفی عنہ)

السموٰت الا و فيها ملک يسبّح الله و يقدسه

و يجب ان تعتقد عصمة الملائكة و لا تصغ الى ما اشتهر بين عوام النّاس و في التواريخ و التّفاسير وهم اخذوامن تاريخ اليهود من قصّة هاروت و ماروت و تخطية الانبياء قد ورد في اخبارنا الرّد عليها و تفسير الأيات الواردة فيها علىٰ وجه لا يتضمن فسقهم و خطاهم و لا يسع بهذه الرسالة ذكر تفاصيلها۔

ثم اعلم انه يلزمك الايمان و الاذعان بضغطة القبر في الجملة اما انها عامة لجميع النّاس او مخصوصة بغير كمّل المؤمنين يظهر من كثير من الاخبارا الثاني و لا

عصمتِ ملائکہ کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ملائکہ ہر قسم کے گناہ و خطا سے پاک اور معصوم ہیں اور ہاروت و ماروت اور بعض انبیاء کی خطاؤں کے متعلق جو قصے کہانیاں عوام اور بعض اسلامی تواریخ و سیر میں مشہور و مرقوم ہیں وہ ناقابلِ توجہ ہیں کیوں کہ ان لوگوں نے یہ قصے یہودیوں کی تاریخوں سے اخذ کیے ہیں۔ ہمارے اخبار میں ان کی ردّ کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں واردشدہ آیات (متشابہات) کی ایسی تفسیر بیان کی گئی ہے جس سے ان کا فسق و فجور اور ان کی خطا و لغزش لازم نہیں آتی۔ اس مختصر رسالہ میں ان تفصیلات کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔[1]

فشارِ قبر کا بیان:

جاننا چاہیے کہ فشارِ قبر پر اجمالی ایمان رکھنا ضروری ہے، باقی رہی اس کی تفصیلات کہ آیا یہ فشار سب لوگوں کو ہوگا یا کامل الایمان لوگوں کے علاوہ صرف دوسروں کو ہوگا بہت سے اخبار سے یہی دوسری شق ظاہر ہوتی ہے نیز یہ یقین رکھنا بھی ضروری ہے کہ یہ فشار روح کو اصلی جسم کے ساتھ

---

[1] اس سلسلہ میں رسالہ "تحفۃ الاتقیاء" اُردو ترجمہ "تنزیہ الانبیاء" کا مطالعہ بہت مفید ہے اور مزید تفصیلات جاننے کے خواہشمند حضرات ہماری تفسیر فیضان الرحمان فی تفسیر القرآن کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

بدّمن الاذعان بكون الضغطة في الجسد الاصلي لا المثالي

و بان بعد السّؤال و ضغطة القبر ينتقلون الى اجسادهم المثالية فقد يكونون على قبورهم و يطلعون علىٰ زوّارهم و يانسون بهم و ينتفعون بزيارتهم ان كانو مؤمنين و قد ينتقلون الى وادى السّلام و هو النّجف على مشرّ فها آلاف تحية و سلام و قد ينتقلون الى جنّة الدّنيا فينتفعون بنعمها و ياكلون من فواكهها و يشربون من انهار ها كما قال الله تعالىٰ ولا تحسبّن الّذين قتلوا في سبيل الله امواتابل احياء عند ربّهم يرزقون فرحين بما اتاهم الله من فضله و ان كانوا كافرين معاندين يذهب بهم الى النّار فيعذبون الى يوم القيامة و ان كانو مستضعفين فظاهر بعض الاخبار انهم

ہوتا ہے نہ کہ جسم مثالی کے ساتھ۔

عالمِ برزخ کی کیفیت کا بیان:

(نکیرین کے) سوال و جواب کے بعد روحیں مثالی جسموں میں منتقل ہو جاتی ہیں اس کے بعد اگر وہ مؤمن تھے تو ان میں سے (بعض کی روحیں تو) اپنی قبروں کے اُوپر رہتی ہیں جو اپنی زیارت کرنے والوں پر مطلع ہوتی ہیں ان سے مانوس ہوتی ہیں اور ان کی زیارت سے نفع اندوز و خورسند ہوتی ہیں اور (بعض) نجف اشرف (اس کو مشرف کرنے والے پر ہزاروں درود و سلام) کی وادیٔ السلام کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں اور بعض دُنیا والی جنت میں داخل ہو جاتی ہیں، اس کے پھل میوے کھاتی ہیں، اس کی نہروں سے پانی پیتی ہیں الغرض اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہیں جیسا کہ خدا فرماتا ہے جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو مُردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق پاتے ہیں، خدا نے اپنے فضل و کرم سے انھیں جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس سے خوش و خرم ہیں اور اگر وہ کافر و معاند تھے تو اُن (کی روحوں) کو آتشِ جہنم کی طرف لے جایا جاتا ہے جہاں ان کو قیامت تک عذاب ہوتا رہے گا، اور اگر وہ (مرنے والے) مستضعف (ضعیف العقل) ہونگے تو بعض اخبار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو قیامت تک مہلت دی

يمهلون الى يوم القيامة لا يتنعمون ولا يعذبون.

و يجب ان تعتقد ان لله فى الدنيا جنةً و ناراً سوىٰ جنة الخُلد بل ورد فى الخبر عن الرّضا عليه السلام ان جنة آدم كانت ايضاً جنة الدُّنيا لا جنة الخلد

و يجب الاذعان بالجنّة و النّار على حسب ماورد عن صاحب الشّرع و تأويلهما بالمعلومات الحقة و الباطلة والاخلاق الحسنة و الرّدية كفرو الحادبل يجب الاذعان بكونهما مخلوقين بالفعل لا انهما سيخلقان بعد ذالک و قدورد عن الرّضا ان من انكر ذالک فهو

جائے گی اور ان کو (اس عالمِ برزخ میں) نہ جزا ملے گی اور نہ سزا۔

دنیوی جنت و نار کا بیان:

یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ جنت الخلد کے علاوہ خدائے قدیر نے دُنیا کے اندر بھی ایک جنت و نار خلق فرمائی ہے بلکہ امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت میں مروی ہے کہ جناب آدمؑ کی جنت (جس سے ان کو نکالا گیا تھا) دُنیا کے باغوں میں سے ایک باغ تھا وہ جنت الخلد نہ تھی (ورنہ اس سے کبھی باہر نہ آتے)۔

جنت و جہنم کا بیان:

جنت اور جہنم کے وجود پر اس طرح ایمان لانا واجب ہے جس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہے (کہ جنت میں ظاہری حظوظ و لذائذ اور جہنم میں حسی تکالیف وشدائد ہونگے) لہٰذا جنت کی معلوماتِ حقہ اور جہنم کی معلوماتِ باطلہ یا جنت کی اخلاقِ حسنہ اور جہنم کی اخلاقِ رذیلہ سے تاویل کرنا سراسر کفر والحاد ہے بلکہ یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ اس وقت پیدا ہو چکی ہیں اور موجود ہیں نہ یہ کہ بعد میں پیدا کی جائیں گی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا کہ جو شخص جنت وجہنم کے پیدا شدہ ہونے کا انکار کرے وہ آیاتِ قرآنیہ اور معراجِ نبویؐ کا منکر ہے (کیونکہ پیغمبر

منکر للآیات و لمعراج النّبی و هو کافر

و یجب ان تؤمن بالرّجعة فانها من خصائص الشّیعة و اشتهر ثبوتها عن الائمة بین الخاصّة و العامة و قدروی عنهم لیس منا من لم یؤمن بکرّتنا والذی یظهر من الاخبار هو ان یحشر اللّٰه تعالیٰ فی زمن القائم علیه السّلام او قبله جماعة من المؤمنین لتقرّا عینهم برؤیة ائمتهم و دولتهم و جماعة من الکافرین و المخالفین للانتقام عاجلاً فی الدّنیا و اما المستضعفون من الفریقین فلا یرجعون الی یوم القیٰمة الکبریٰ و اما رجوع الائمة فقد دلّت الاخبار الکثیرة علی رجعة امیرالمؤمنین و کثیر منها علی رجعة الحسین و دل بعض الاخبار علی رجوع النّبیّ و

اسلام نے شبِ معراج جنت و نار کو بچشم خود دیکھا تھا) اور ایسا شخص کافر ہے۔

عقیدۂ رجعت کا بیان:

رجعت پر ایمان رکھنا واجب ہے کیوں کہ یہ اعتقاد شیعہ مذہب کی خصوصیات میں سے ہے اور سُنی و شیعہ میں ائمۂ اہل بیت سے اس کا ثابت ہونا مشہور و مسلّم ہے، ان ذواتِ مقدسہ سے مروی ہے کہ جو شخص ہماری رجعت پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہم سے نہیں ہے (یعنی ہمارے مذہب سے خارج ہے) جو کچھ اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم جناب قائم آلِ محمدؐ کے زمانۂ ظہور کے وقت یا اس سے کچھ پہلے کامل الایمان لوگوں کی ایک جماعت کو دُنیا میں لوٹائے گا۔ تاکہ ائمہ اطہارؑ کی زیارت کرکے اور ان کی حکومت و سلطنت دیکھ کے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور کفار و مخالفین کی ایک جماعت کو بھی دُنیا میں لایا جائے گا تاکہ آخرت سے پہلے ان سے دُنیا میں انتقام لیا جاسکے مگر دونوں فریق کے جو مستضعف لوگ ہیں وہ قیامت سے پہلے محشور نہیں ہونگے۔

اور جہاں تک ائمہ اطہارؑ کے رجوع کا تعلق ہے تو بہت سے اخبار جناب امیر اور جناب امام حسین علیہما السلام کے رجوع کرنے پر دلالت کرتے ہیں اور بعض اخبار و آثار جناب رسولِ خدا اور

سائر الائمة و اما كون رجوعهم فى زمان القائم او بعدهٔ او قبلة فالاخبار فيه مختلفة فيجب ان تقرّ برجعة بعض النّاس و الائمة عليهم السلام مجملاً و ترد علم ما ورد من تفاصيل ذالک اليهم و قدا وردت الاخبار الواردة فيها فى كتاب "بحار الانوار" و كتبت رسالة مفردة ايضاً فى ذالک.

ويجب ان تعتقد ان اللّٰه يحشر النّاس فى القيامة و يردّ ارواحهم الى الاجساد الاصلية وانكار ذالک و تاؤيله بما يوجب انكار ظاهره كما يسمع عن بعض الملاحدة كفرو الحاد اجماعاً و اكثر القرآن

دوسرے ائمہ ہدیٰ کے رجوع کرنے پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ ان ذوات کا رجوع فرمانا جناب قائم آلِ محمدؐ کے زمانہ میں ہوگا یا اس کے بعد یا اس سے کچھ پہلے؟ اس سلسلہ میں اخبار میں اختلاف ہے لہٰذا واجب یہ ہے کہ بعض لوگوں اور بعض آئمہ علیہم السلام کے رجوع کرنے پر اجمالی ایمان رکھا جائے اور تفصیلات کا علم انہی ذوات عالیہ کے سپرد کیا جائے۔ اس سلسلہ میں جو اخبار وارد ہیں وہ میں نے "بحار الانوار" (جلد ۳ طبع قدیم) میں درج کردیئے ہیں اور اس موضوع پر میں نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔[1]

قیامتِ کبریٰ کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ خداوند عالم بروز قیامت تمام لوگوں کو محشور فرمائے گا اور ان کی روحوں کو ان کے اصلی بدنوں میں داخل فرمائے گا، اس حقیقت کا انکار کرنا یا اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا جو اس کے اس ظاہری مفہوم کے انکار کا باعث ہو، جیسا کہ بعض ملحدین سے سنا جاتا ہے، بالاتفاق کفر والحاد ہے، قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ قیامت کے ثابت کرنے اور اس کا انکار کرنے والوں کے کفر کا بیان

---

[1] ہم نے بھی بقدر ضرورت رجعت کے موضوع پر احسن الفوائد فی شرح العقائد میں سیر حاصل تبصرہ کر دیا ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ (منہ عفی عنہ)

وارد فی اثبات ذالک و کفر من انکره ولا تلتفت الی شبه الحکماء فی ذالک من نفی اعادة المعدوم و تأویل الأیٰت والاخبار بالمعاد الرّوحانی

و یجب ان تذعن بحقیّة الحساب و تطایر الکتب یمیناً و شمالاً و ان اللّٰه تعالیٰ

وکلّ بکل انسان ملکین احدهما عن یمین الانسان و الأخر عن شماله و یکتب صاحب الیمین الحسنات و صاحب الشمال

کرنے کے متعلق وارد ہے۔ حکماء وفلاسفہ اس سلسلہ میں جو شکوک وشبہات پیش کیا کرتے ہیں کہ معدوم کا اعادہ محال ہے یا اس سلسلہ کی آیات وروایات کی صرف معاد روحانی کے ساتھ تاویل کرتے ہیں تم ان کی طرف کوئی توجہ اور التفات نہ کرو۔[1]

حساب وکتاب کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ بروز قیامت حساب کتاب کا ہونا اور نامہ ہائے اعمال کا دائیں بائیں ہاتھوں میں دیا جانا برحق ہے (یعنی نیکوکاروں کے نامہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں اور بدکاروں کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں۔)

کراما کاتبین کا بیان:

خداوند عالم نے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے مؤکل فرمائے ہیں ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف، دائیں طرف والا فرشتہ انسان کی نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں جانب والا برائیاں، دن کے فرشتے الگ ہیں اور رات کے الگ، دن والے

---

[1] ہم نے ''احسن الفوائد فی شرح العقائد'' میں ان تمام شکوک وشبہات کے مدلل ومکمل جوابات علوم قدیمہ وجدیدہ کی روشنی میں پیش کردیے ہیں۔ اس کی مفصل بحث کو دیکھنے کے خواہش مند حضرات اس کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ نیز قیامت کبریٰ اور اسکے بعد اس باب کے اختتام تک جو عقائد سرکار علامہ مجلسی نے مجملاً بیان فرمائے ہیں انکی تفصیلات احسن الفوائد میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ (منہ عفی عنہ)

السّیئات ففی الیوم ملکان یکتبان عمل الیوم فاذا انتهیٰ الیوم یصعد ان بعمله و یجئ ملکان یکتبان عمل اللّیلة و ایاک ان تأولهما بما یسمع فی زماننا فانه کفر.

و یجب ان تؤمن بشفاعة النّبی و الائمّة و ان الله لا یخلف و عده بالثواب و یمکن ان یخلف الوعیدبان یغفر لمن عصاه من المؤمنین من توبةٍ و انه یقبل التّوبة مقتضیٰ وعده وبان الکفّار والمعاندین من اهل الخلاف مخلّدون فی النّار و ان المستضعفین من اهل الخلاف مرجون بامر الله یحتمل نجاتهم بفضل الله والمستضعفون هم

فرشتے دن بھر کے اعمال لکھتے ہیں اور جب دن ختم ہو جاتا ہے تو وہ چلے جاتے ہیں، اور رات والے آجاتے ہیں جو رات کے اعمال لکھتے ہیں، خبردار! ان کی کوئی تاویل نہ کرنا جیسا کہ آج کل سُننے میں آتا ہے کیوں کہ ایسا کرنا صریح کفر ہے۔

شفاعتِ نبیؐ و امام کا بیان:

جناب رسولؐ خدا اور ائمہ ہدیٰ کی شفاعت و سفارش پر ایمان رکھنا واجب ہے اور یہ کہ خدا کسی اچھے کام پر انعام و اکرام کا وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہیں کرتا، ہاں البتہ اگر کسی بُرے کام کرنے پر سزا کی دھمکی دے کر توبہ (یا شفاعت وغیرہ) سے وہ سزا موقوف کر دے اور (گنہگار) اہلِ ایمان کو معافی دے دے تو یہ ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق توبہ کو قبول کرتا ہے (اور یہ اس کا فضل ہے) باقی رہے کفار و مشرکین اور اہلِ خلاف میں سے معاندین تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ہاں البتہ اہلِ خلاف میں سے جو لوگ مستضعفین ہیں ان کی نجات کا احتمال و امکان ہے۔ مستضعفین سے کمزور عقل والے اور وہ لوگ مُراد ہیں جن کی عقلیں بچوں اور عام عورتوں جیسی ہوتی ہیں اور وہ لوگ جن پر (کسی نبیؑ و امام یا کسی اور ہادی و رہنما کے ذریعے سے) کما حقہ حجت تمام نہیں ہوئی (یعنی

ضعفاء العقول الصّبيان و النّساء والّذين لم يتمّ عليهم الحجة كما هي و ان المؤمنين يدخلون الجنّة و يخلدون في الجنّة اما بلا عذاب او بعد عذاب في عالم البرزخ او في النّار و اعلم ان الشّفاعة مختصة بالمؤمنين لا تتعداهم.

و اعلم ان الحبط و التّكفير ثابتانِ عندي ببعض معانيهما و الاخبار الدّالة عليهما لا تحصىٰ و لا تتناهىٰ و الدّلائل الموردة على نفيهما ضعيفة كما لا يخفى على المتدبّر فيها

ان تک آوازِ حق نہیں پہنچی) باقی رہے مومنین کرام تو وہ جنت الفردوس میں داخل ضرور ہونگے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں (خوش وخرم) رہیں گے ہاں یہ الگ بات ہے کہ وہ یا تو بلا عذاب داخلِ جنت ہوں گے (اللھم اجعلنا منھم) یا عالمِ برزخ یا جہنم میں کچھ عذاب وعقاب کے بعد (اعاذنا الله منه) مخفی نہ رہے کہ یہ شفاعت صرف ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا عقیدہ درست ہوگا (مگر ان میں کچھ عملی کمزوریاں ہونگی) ان کے علاوہ اور کسی کی شفاعت نہ ہوگی۔

حبط وتکفیر کا بیان:

جاننا چاہیئے کہ میرے نزدیک حبط (بعض سنگین قسم کے گناہ کرنے سے بعض نیکیوں کا اکارت ہوجانا) اور تکفیر (بعض خاص اچھے کام کرنے سے بُرائیوں کا محو ہوجانا بعض معنوں کے اعتبار سے جن کی قوسین میں وضاحت کردی گئی ہے ثابت ہیں (وہوالحق عندی)۔ اس سلسلہ میں واردشدہ اخبار و آثار حد احصاء وشمار سے زائد ہیں اور (علم کلام میں) ان کی نفی پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ سب کے سب بودے اور کمزور ہیں جیسا کہ ان میں غور وفکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

ثم لا بدان تؤمن بکل ماورد علی لسان الشرع من الصّراط و المیزان و جمیع احوال القیامة و اھوالھا و لا تأولھا بشیٔ الا بماورد تأویله عن صاحب الشّرع فان اوّل الکفر والالحاد التصرّف فی النوامیس الشّرعیّه بالعقول الضّعیفة و الاھواء الرّدیة اعاذنا اللّٰه وسائر المؤمنین منھا۔ و من امثالھا و السّلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ۔

پُل صراط و میزان وغیرہ کا بیان:

پھر ان تمام حقائق پر ایمان رکھنا واجب ہے لازم ہے جو شرع اقدس کی زبانِ اطہر پر وارد ہوئے ہیں جیسے پُل صراط، میزانِ اعمال اور قیامت کے دوسرے حالات و کیفیات اور پر خطر و ہولناک مناظر و واقعات اور اپنی طرف سے ان حقائق کی کوئی سی تاویل کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس تاویل کے جو خود شریعت مقدسہ میں وارد ہوئی ہو کیونکہ کفر والحاد کا پہلا زینہ ہی اپنے عقولِ ناقصہ اور آراءِ کاسدہ سے حقائق شرعیہ میں تصرف بیجا کرنا ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمام اہلِ ایمان کو اس سے اور اس جیسی (غیر شرعی) حرکات سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین بجاہ النبیؐ وآلہ الطّاہرین)۔

والسّلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ۔

الباب الثّانی

فيما يتعلّق بكيفيّة العمل

قد علمت يا خليلي ما اثبتناه اوّلا من لزوم متابعة اهل بيت العصمة صلوات الله عليهم في اقوالهم و التدبّر في اخبارهم و آثارهم

فاعلم ان الخير كل الخير وجدناه في اخبارهم وما من حكمة من الحكم الالهيّة الا وهي مصرّحة مشروحة لمن اتاها بقلبٍ سليمٍ و عقلٍ مستقيمٍ لم يعوج عقله بسلوك طرق الضّلال و العمى ولم يأنس فهمه باطوار اهل الزّيغ والرّدىٰ و طريق الوصول الى النّجاة والفوز بالسعادات ظاهرة بيّنة فيها لمن رفع غشاوة الهوىٰ عن بصيرته و توسّل الى ربّه في تصحيح نيّته و قد

دوسرا باب

کیفیتِ عمل کے بیان میں:

دوستِ من! قبل ازیں خانوادۂ عصمت و طہارت کے اقوال وافعال میں ان کی پیروی کرنے اور ان کے اخبار وآثار میں غور وفکر کرنے کے متعلق ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ تم معلوم کر چکے ہو۔

احادیثِ اہلِ بیتؑ کی فضیلت کا تذکرہ:

اب تمھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ہر قسم کی خیر وخوبی کو اس خانوادہ کے اخبار وآثار میں پایا ہے کیونکہ حکم الہیہ و معارف ربانیہ میں سے کوئی حکمت ومعرفت کی بات ایسی نہیں جو ان میں پوری شرح وبسط کے ساتھ موجود نہ ہو بشرطیکہ انسان عقلِ سلیم وطبعِ مستقیم کے ساتھ ان کا مطالعہ کرے اور ضلالت وگمراہی کے راستوں پر گامزن ہو کر اپنی عقل وفکر کو کج نہ کرے اور اپنی خداداد فہم وفراست کو کج فہم وگمراہ لوگوں کے اخلاق واطوار سے مانوس نہ کرے ان (اخبار) میں دین ودنیا کی ابدی سعادت تک پہنچنے کا راستہ ہر اس شخص کیلئے واضح وآشکار ہے جو اپنی چشمِ بصیرت سے خواہشاتِ نفسانیہ کی پٹی اتار دے اور اپنی نیت کو صحیح وخالص کرنے کیلئے اپنے پروردگار سے متوسل ہو۔ چنانچہ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ جو لوگ ہمارے متعلق کدوکاوش کرتے

قال اللّٰه تعالیٰ والذین جاهدو فینا لنهدینّهم سبلنا و محال ان یخلف اللّٰه وعده اذا اتیٰ اللّٰه من الابواب التی امر اللّٰه تعالیٰ ان یؤتی منها

فالّذی یجب اوّلا للسّالک الی اللّٰه ان یصحح نیۃ لانّ مدار الاعمال فی قبولها و کمالها علیٰ مراتب النیّات ولا یتاتّی ذالک الا بالتوسّل التّام بجنابه تعالیٰ والاستعاذة من شر الشیاطین و غلبة الاهواء ثم یتفکر فی عظم هذا المقصد الاقصیٰ و یتفکر فی انه بعد ذهابه عن هذه النّشاة لا یتاتّی له الرّجوع الیها لتدارک ما قدفات منه

ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور یہ بات خدائے تعالیٰ کیلئے ناممکن ہے کہ وہ وعدہ کرکے وعدہ خلافی کرے بشرطیکہ یہ آنے والا خدا کے پاس ان راستوں سے آئے جن سے آنے کا اس نے حکم دیا ہے[1]

سالک اِلی اللہ کے فرائض و وظائف کا بیان:

پس سب سے پہلے جو چیز سالک الی اللہ پہ واجب و لازم ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نیت کو صحیح و خالص کرے کیونکہ تمام اعمال و افعال کے قبول و کمال کا دارومدار نیتوں کے درجہ و مرتبہ پر ہے اور یہ چیز خدا کے ساتھ توسل و تمسک کرنے، شیطان کے شر اور خواہشات نفسانیہ کے غلبہ سے پناہ مانگے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی پھر سالک کو چاہیئے کہ اس بلند مقصد کی عظمت اور اس بات میں غور و فکر کرے کہ۔

وہ ایک بار اس دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف منتقل ہوجانے کے بعد پھر ہرگز یہاں واپس

---

[1] اور وہ ہیں سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام۔ ارشاد قدرت ہے: واتو البیوت من ابوابہا گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں: انا مدینة العلم و علی بابها فمن اراد العلم فلیأت من الباب: میں علم و فضل کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں جو شخص میرے شہر علم و معرفت میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اس کے دروازے سے آئے

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است (منہ عفی عنہ)

و يحذر عن المحشر العظمىٰ
والمصيبة الكبرىٰ ثم يتفكر فی فناء
هذه الدنيا و تقلّب احوالها و عدم
الاعتماد عليها و علىٰ عزّها و
فخرها وليرجع فی اثناء هذه
التفكرات الى ماورد عن ائمة
الهدیٰ فی ذالک لا الى كلام غير
هم لانّ لها لصدورها عن منابع
الوحی والالهام تاثيراً غريباً ليس
لكلام غير هم و ان كان المضمون
واحداً و ايضاً كلام غيرهم
كالغزالی و ابوطالب المكّی و
اضرابهما مشتمل علی حق و باطل
و انهم يسوّلون باطلهم فی اثناء
ذكر الحق فی نظر النّاظرين الى
كلامهم ليدخلوهم فی حبالهم و
مصائدهم

نہیں لوٹ سکے گا تا کہ تلافیٔ مافات کر سکے[1] اور محشرِ عظمیٰ کی ہولناکی اور مصیبتِ کبریٰ کی خوفناکی سے ڈرے اور اس کے شدائد سے بچاؤ کی ابھی سے تدبیریں کرے پھر اس دارِ دُنیا کے فنا ہو جانے، اس کے حالات کے ادلنے بدلنے، اس پر اور اس کی (چند روزہ) عزت و عظمت پر اعتماد و اعتبار نہ کرنے پر بھی غور و فکر کرے اور اسے چاہیے کہ ان تفکرات و تدبرات کے سلسلہ میں دوسرے لوگوں کے کلام پر بھروسہ کرنے کی بجائے ائمہ اطہار کے کلامِ حق ترجمان پر اعتماد کرے کیونکہ مہبطِ وحی والہام سے صادر ہونے کی وجہ سے اس کلام میں وہ عجیب و غریب تاثیر پائی جاتی ہے جو دوسروں کے کلام میں نہیں پائی جاتی، اگرچہ دونوں کا مضمون ایک ہی ہوتا ہے۔ نیز غزالی اور ابوطالب مکی (وغیرہ) (مدعیانِ معرفت صوفیہ) کا کلام حق و باطل دونوں پر مشتمل ہوتا ہے، یہ لوگ عامۃ الناس کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسانے کے لیے حق کے ساتھ باطل کی بھی آمیزش کر دیتے ہیں[2]

---

[1] اس لیے اس زندگی کو غنیمت سمجھے اور اپنی عاقبت و آخرت کو سنوارنے و سدھارنے کے لیے جس قدر ہو سکتا ہے پوری جدّ و جہد کرے

خواہی کہ روزِ حشر کنی خندہ بایدت
امروز از مصیبتِ فردا گریستن (منہ عفی عنہ)

[2] جس کی وجہ سے ان کا کلام ناقابلِ اعتبار ہو کر رہ جاتا ہے، اس کے برعکس کلامِ اہلِ بیت سراسر حق و صداقت ہے اور اس میں باطل کا کہیں نام و نشان تک بھی نہیں ہے۔ (منہ عفی عنہ)

ثم اعلم انّ النيّة ليست هي ما اشتهربين النّاس من خطور البال والتّلفظ بها بالفاظ عربيّة او عجميّة بل هي الدّاعي الى فعل الانسان و هي امرکا من في النّفس لا يطّلع عليها الى المجدّون في طاعة الله الّذی بصرّ هم عيوب النّفس و ودواعيها قال الله تعالیٰ فالهمها فجورها وتقوٰها و هی تابعة للحال الّتی الانسان مقيم عليها كما ورد في تفسير قوله تعالیٰ قل كل يعمل علی شاكلتهٖ وهذا ظاهر لمن تدبّر فيه مثلاً اذا كان رجل شاكلتهٗ و طريقتهٗ و سجيّتهٗ حبّ الدّنيا و الحرص عليها ولا يعمل عملا من اعمال الخير و الشّر الا و مقصوده الاصلی منه حيٰوة الدّنيا فاذا صلّیٰ كان الباعث له عليه انه اذا اخلّ

نیت کی حقیقت اور اس کے اقسام کا بیان؟

جاننا چاہیئے کہ نیت کی حقیقت وہ نہیں جو عام لوگوں کے درمیان مشہور ہے یعنی کسی چیز کا دل میں تصور کرنا اور پھر عربی یا عجمی الفاظ کا زبان پر جاری کرنا بلکہ دراصل نیت اس جذبہ کا نام ہے جو انسان کو کسی کام کے کرنے کی تحریک کرتا ہے اور اس پر آمادہ کرتا ہے اور یہ نفسِ انسانی میں ایک ایسا پوشیدہ امر ہے۔ جس پر سوائے ان لوگوں کے جو خدا کی اطاعت گزاری میں بہت جدوجہد کرتے ہیں اور جن کو خدا نے بموجب آیت کریمہ ”خدا نے اس (نفس) کو بدکاری اور نیکوکاری کا الہام کردیا ہے۔“ نفس کے جملہ عیوب و نقائص اور اس کی تمام بیماریوں سے آگاہی عطا کی ہے اور کوئی شخص مطلع نہیں ہوسکتا اور یہ نیت انسان کی اسی حالت کے تابع ہوتی ہے۔ جس پر وہ قائم ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی: قُل کُل الخ ”کہہ دو کہ ہر شخص اپنی شاکلہ (نیت) کے مطابق عمل کرتا ہے“ کی تفسیر میں وارد ہے (کہ شاکلہ سے مُراد نیت ہے) اور یہ بات صاحبان فہم و تدبر پر پوشیدہ نہیں ہے۔ (اس مطلب کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ) ایک شخص ہے۔ جس کا طور وطریقہ اور عادت دُنیائے دُوں کی محبت اور اس کی ہوس وحرص ہے اس لیے وہ جب بھی کوئی اچھا یا بُرا کام کرتا ہے تو اس سے اس کی اصلی غرض وغایت دُنیا کی جمع آوری

بالصّلوٰة یخلّ ذالک بدنیاہ و اذا شرب الخمر یشرب لانہ یعینہٗ علی دنیاہ و ھکذا و اذا غلب علی احدٍ حُبّ الملوک والتّقرّب عندھم لا یعمل شیئاً الا و ھو یلاحظ ان یکون لھٰذا العمل مدخل فی التّقرّب الیھم والقرینۃ علی ذٰلک انہ یترک کثیرا من اعمال الخیر لا یوافق طباعھم فاذا تفطّنت لذٰلک ۔

فاعلم ان للنّاس فی نیّاتھم منازل ودرجات

فمنھم من غلب علیھم شقوتھم کما اشرنا الیہ و لیس المنظور فی اعمالھم الامثال ماذکرنا من الامور الفاسدۃ و ھذا اذا لم یسع فی ترک تلک الحالۃ یتدرج فی الشّقاوۃ الی ان یترک دینہٗ و عقائدہ ولا یرجی خیرہ ابداً

ہوتی ہے، مثلاً جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کا محرک یہ جذبہ ہوتا ہے کہ اگر وہ نماز نہیں پڑھے گا تو اس کا دُنیاوی نقصان ہوگا اور جب وہ شراب پیتا ہے تو بھی اس لیے کہ اس سے دُنیا کے حصول میں اسے مدد ملتی ہے۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس، جب کسی شخص پر بادشاہوں کی محبت اور ان کا قُرب حاصل کرنے کا ذوق وشوق غالب ہو تو وہ جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو پہلے یہ دیکھتا ہے کہ آیا اس کام کو ان کا تقرب حاصل کرنے میں کچھ دخل ہے؟ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ان بہت سے کارہائے خیر کو بجا نہیں لاتا جو بادشاہوں کی طبیعت کے موافق نہیں ہوتے۔

نیت کے معاملہ میں لوگوں کے اختلافِ مراتب کا بیان:

جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب تمھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ نیت کے معاملہ میں لوگوں کے درجات ومقامات یکساں نہیں بلکہ مختلف ہیں۔

پہلی قسم: بعض لوگ وہ ہیں جن پر شقاوت و بدبختی کا غلبہ ہوتا ہے جیسا کہ ابھی اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ وہ جب بھی کوئی عمل کرتے ہیں تو مذکورہ بالا اغراضِ فاسدہ میں سے کوئی نہ کوئی دُنیاوی غرضِ فاسد ان کے پیشِ نظر ہوتی ہے، ایسے لوگ اگر اس بُری حالت کے دُور کرنے میں کدوکاوش نہیں کریں گے تو رفتہ رفتہ ان کی شقاوت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ وہ اپنے دین ودیانت اور اصول عقائد کو بھی خیر

والثّاني: من ارتفع عن هذه الدّرجة ففي نفسه حُبّ الدّنيا و حُبّ الأخِرة معاً ويزعم انهما يجتمعان فقد يغلب عليه حُبّ الاخرة فيعمل لها و هذا اذا لم يرفع نفسه عن هذه الدّرجة يلحق عمّا قريب بالاوّل

والثّالث: من غلب عليه خوف عقاب اللّٰه و تنبّه و تفكّر في شديد عذابه واليم عقابه فصار ذلك سبباً لحط الدّنيا عن نظره فهو يعمل كلما يعمل من الاعمال الحسنة و يترك ما يترك من الاعمال السّيّئة خوفاً و هذه العبادة صحيحة على الاظهرو لكن ليس في درجة

باد کہہ دیں گے اور پھر ان کی اصلاح احوال کی کوئی اُمید باقی نہیں رہ جائے گی۔

دوسری قسم: وہ لوگ ہیں جو سابقہ (پست ترین درجہ سے) قدرے بلند ہیں ان کے دل میں دُنیا و آخرت ہر دو کی محبت راسخ ہے ان کا گمان ہے کہ یہ دونوں باہم جمع ہو سکتی ہیں لہٰذا وہ (ان دونوں کا دامن تھامنے کی کوشش کرتے ہیں) مگر چونکہ وہ توازن قائم نہیں رکھ سکتے اسلیئے جب کبھی آخرت کی محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کیلئے عمل شروع کر دیتے ہیں اور جب حب دُنیا غالب آجاتی ہے تو اس کی خاطر عمل کرنے لگ جاتے ہیں، اگر ایسے لوگ اپنے آپ کو اس درجہ سے بلند تر کرنے کی کوشش نہیں کریں گے تو بہت جلد وہ پہلے درجہ والے لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جائیں گے۔ (خدا نہ کرے کہ ایسا ہو)

تیسری قسم: وہ لوگ ہیں جن کے دل و دماغ پر خدا کے عذاب وعقاب کا خوف مسلط ہے، ان لوگوں نے جب خدا کے سخت عذاب اور اسکے دردناک عقاب کے متعلق غور وفکر کیا تو دُنیا ان کی نظروں میں ہیچ و پوچ ہو گئی اب وہ جس قدر اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور جس قدر اعمال سیئہ سے دامن بچاتے ہیں وہ صرف اسی خوف عقاب کا نتیجہ ہے اگرچہ علی االاظہر یہ عبادت صحیح ہے لیکن کامل نہیں ہے (بلکہ ناقص ہے) حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے مروی

الکمال و قد وردعن الصّادِق علیه السلام انها عبادة العبید.

الرّابع: انه قد غلب علیه الشوق الی ما اعد اللّٰه للمحسنین فی الجنّة فیعبد اللّٰه لطلب تلک الامور و قدورد فی الخبرانها عبادة الاجراء و هذا قریب من السّابق

والخامس: انه یعبد اللّٰه لانّه اهل للعبادة و هذه درجة الصِّدیقین و قد قال امیرالمؤمنین ما عبدتک خوفاً من نارک ولا طمعاً فی جنّتک بل وجدتک اهلاً للعبادة فعبدتک و قدوردعن الصّادق انها عبادة الاحرار ولا یسمع هذه الدّعوی من غیرهم اذ لایکون هذا الالمن یعلم من

ہے فرمایا: یہ غلاموں والی عبادت ہے جو مالک کی سزا سے ڈر کر اطاعت کرتے ہیں۔

چوتھی قسم: وہ لوگ ہیں جن پر اس بے پایاں اجر وثواب حاصل کرنے کا شوق غالب ہے جو خدائے تعالیٰ نے جنت الفردوس میں نیکوکار لوگوں کیلئے مہیا کر رکھا ہے چنانچہ وہ اسی ثواب کے حصول کی غرض سے (شب و روز) خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ روایت میں وارد ہے کہ یہ مزدوروں (اور تاجروں) والی عبادت ہے، یہ سابقہ (تیسری قسم) کے قریب ہے (جو علی الاظہر صحیح تو ہے مگر کامل عبادت نہیں ہے بلکہ ناقص ہے۔)

پانچویں قسم: وہ لوگ ہیں جو صرف اس لیے خدا کی عبادت کرتے ہیں کہ خدا (اپنے ذاتی کمالات اور عظیم نعمات کی وجہ سے) لائق عبادت ہے، یہ صدیقین کا درجہ ہے۔ چنانچہ جناب امیرالمومنین (خدا کو خطاب کر کے) کہتے ہیں: میں نے تیری جہنم کے خوف یا تیری جنت کے شوق میں تیری عبادت نہیں کی بلکہ صرف تجھے لائق عبادت سمجھ کر تیری عبادت کی ہے۔"

حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا: یہ آزاد لوگوں والی عبادت ہے، یہ دعویٰ (جو جناب امیر نے فرمایا ہے) انہی ذواتِ مقدسہ کے شایانِ شان ہے اگر کوئی اور شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو وہ قابلِ سماعت

نفسه انه لو لم يكن لله جنة ولا نار بل لو كان والعياذ بالله العاصى فى الجنة والمطيع فى النّار لاختار الا طاعة لانه تعالیٰ اهل لها.

والسّادس: انه يعبد الله فانه يلاحظ نعمه تعالیٰ الغير المتناهية فيحكم عقله بان هذا المنعم يستحق لان يعبد لنعمه.

والسابع: انه يعبد الله حياءً فانه يحكم عقله بحسن الحسنات و قبح السّيّئات و يعلم ان الله تعالیٰ مطلع عليه فى جميع احواله فهذا يعبده حياءً ولا يلتفت الیٰ ثواب ولا عِقاب و اليه يشير ماورد فى تفسير الاحسان ان تعبد الله كانك

نہیں ہے کیونکہ ایسا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اپنے متعلق یہ یقین ہو کہ اگر بالفرض خدا نے جنت و دوزخ پیدا ہی نہ کی ہوتی بلکہ پناہ بخدا، اگر ایسا ہوتا کہ گنہگار کو جنت میں اور نیکوکار کو جہنم میں داخل کیا جاتا تب بھی وہ (جنت و جہنم کے تصور سے بالاتر ہو کر) خدا کی اطاعت ہی کرتا کیونکہ وہ عبادت و بندگی کے لائق ہے۔

چھٹی قسم: وہ لوگ ہیں جو شکر گزاری کے جذبے کے ماتحت خدا کی عبادت کرتے ہیں کیوں کہ جب وہ اپنے خالق و مالک کی نعمات غیر متناہیہ کو دیکھتے ہیں تو ان کی عقل فیصلہ کرتی ہے کہ ایسا محسن و منعم حقیقی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے ان انعامات کی وجہ سے اس کی عبادت کی جائے۔

ساتویں قسم: وہ لوگ ہیں جو شرم و حیا کی وجہ سے خدا کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ ان کی عقل و خرد یہ فیصلہ صادر کرتی ہے کہ اچھائیاں اچھی اور بُرائیاں بُری ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ خدائے علیم ان کے تمام حالات و کیفیات پر مطلع ہے اس لیے یہ شرم و حیا کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ (اور برائی سے اجتناب کرتے ہیں کہ اس کے سامنے کس طرح گناہ کریں) ثواب و عذاب کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہوتی۔ لفظ "احسان" کی تفسیر میں جو وارد ہے کہ "خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ

تراه فان لم تکن تراه فانه یراک.

الثّامن: ان یعبده حباً له ورتبة المحبّة من اعلیٰ مراتب الکمال و هی تحصل بدوام ذکرہ حبّاله و کثرة العبادة و تذکر نعم اللّٰه تعالیٰ علیه و الطافه الیه و اذا حصلت المحبّة لا یجوز مخالفة محبوبه لحبّه ایّاه و لا ینظر الی نفع ولا ضرر.

والتّاسع: انه یعبد تقرّباً الیه ای طلب القربة و للقرب معان دقیقة نشیر الیٰ بعضها اذلا یتصوّر فی شانه تعالیٰ القرب الزّمانی والمکانی فالمراد اما التقرّب بحسب الدّرجة والکمال اذ فی مراتب النّقص له غایة البُعد عن جناب لغایة کماله فاذارفع عن

رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو ضرور تمھیں دیکھ رہا ہے۔" اس میں اسی (بلند) مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

آٹھویں قسم: وہ لوگ ہیں جو خدا کی محبت کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں (ظاہر ہے کہ) محبت کا مرتبہ کمال و جمال کا اعلیٰ و اکمل مرتبہ ہے اور یہ مرتبہ و مقام بوجہ محبت ہمیشہ اس کا ذکر کرنے، بکثرت عبادت بجالانے، اس کی (بے حساب) نعمتوں اور اپنے اوپر اس کے مراحم و الطاف کو یاد کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور جب محبت حاصل ہو جائے تو پھر (قانون قدرت و فطرت کے مطابق) محبوب کی مخالفت جائز نہیں ہوتی۔ (اس لیے وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں) اور وہ اپنے کسی نفع و نقصان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔

نویں قسم: وہ لوگ ہیں جو خدا کا قرب حاصل کرنے کی خاطر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ "قُرب" کے چند دقیق معنی ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہم یہاں اشارہ کرتے ہیں کیونکہ خدا کے حق میں قرب زمانی و مکانی کا تو تصور بھی نہیں ہو سکتا (کیونکہ وہ زمان و مکان اور اجسام و ابدان کی قید سے آزاد ہے) پس اس قُرب سے مُراد یا تو درجہ اور کمال والا قرب ہے کیوں کہ نقص و عیب کی صورت میں آدمی خدا کی جانب سے انتہائی بعید ہوتا ہے اس

نفسه بعض النقائص واتصف ببعض الكمالات قل بعده و تخلق ببعض اخلاقه او القرب بحسب المصاحبة المعنوية والتذكر فانهٔ اذا كان محبّ فى المشرق و محبوبه فى المغرب فهو على الدوام فى ذكره مشغول بخدماته و الامور المفوّضه اليه و هذا فى الحقيقة اقرب من العدّو الذى هو جالس بجنبه ولا ريب ان هذين المعنين الذين ذكرنا هما يحصلان من العبادة فيمكن ان يكون غرض العابد حصول هذين المعنيين وللقرب معان اُخر وللنيّة درجات اخر فيما بين المراتب الّذى ذكرنا لايتنا هى و انا اشرنا الىٰ بعضها علىٰ سبيل التمثيل ليعرف المؤمن السّالک الى اللّٰه خطر هذا الطريق و يتوسّل اليه لينجيه من مهالک هذه المسالک حتّٰى اذا دخل فى

لیے کہ وہ کمال کے آخری درجہ پر فائز ہے لہٰذا جب آدمی اپنے سے بعض نقائص دُور کردے اور بعض کمالات سے متصف ہو جائے تو اس کا خدا سے یہ بُعد کم ہو جاتا ہے اور وہ بعض اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق ہو جاتا ہے یا صحبتِ معنوی اور یادِ (محبوب) والا قُرب مراد ہے کیونکہ جب محب مشرق میں ہو اور اس کا محبوب مغرب میں تب بھی وہ ہمیشہ اس کے ذکر وفکر اور اس کی طرف سے سپردشدہ خدمات کی بجا آوری میں مشغول رہتا ہے، ایسا محبّ درحقیقت (باوجود بُعدِ مکانی) کے اپنے محبوب سے اس دشمن سے بدرجہا قریب تر ہوتا ہے جو اس کے پہلو میں بیٹھا ہے یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ (قرب کے یہ) دونوں معنی عبادت کرنے سے حاصل ہوتے ہیں پس ممکن ہے کہ عبادت گذار کا مقصد ان دونوں معنوں کے اعتبار سے خدا کا قُرب حاصل کرنا ہو۔ (مخفی نہ رہے کہ) قرب کے کچھ اور معانی بھی ہیں اور مذکورہ بالا درجات کے علاوہ نیت کے بعض اور غیر محدود درجے بھی ہیں مگر ہم نے بطور مثال صرف چند مراتب و مدارج کی طرف اشارہ کردیا ہے تاکہ مؤمن سالک کو اُس راستہ کے خطرات سے آگاہی حاصل ہو جائے اور خدا سے توسُّل و تمسک حاصل کرے تاکہ وہ اسے اس راستہ کی ہلاکتوں سے نجات عطا کرے یہاں تک کہ یہ

زمرة عباد الله المخلصین من شرّ الشیطان الرّجیم کما قال تعالیٰ انّ عبادی لیس لک علیهم سلطان

ولنعم مامثل الشیطان بالکلب و الّذی یکون علی ابواب الناس و یؤذی من یهم بدخول دار مالکه لا یمکن دفعه الّا بان ینهره المالک و یزجره او یعلم ان الداخل من اصدقاء صاحب الیت فکذا هذا الکلب اللعین مؤکل علی باب الله تعالیٰ لئلا یدخله الاجانب و من لا یلیق بشقاله بالدّخول فیه فاذانهره صاحب الیت بسبب الاستعاذة العبد به من شرّه او علم انه من متقربی هذه الحضرة و من خواص مالک الملوک و کثیرا ما یدخل هذا الباب و یخرج منه و له

خدا کے ان مخلص بندوں کے زمرہ میں داخل ہوجائے جو شرِ شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: "(اے شیطان!) جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تیرا کوئی قابو نہیں ہے"

(شیطان کی مثال عنوان)

شیطان کی بہترین مثال وہ ہے جو اسے اس کتے کے ساتھ دی گئی ہے جو اپنے مالک کے دروازے پر بیٹھا ہوتا ہے لہٰذا جو شخص بھی اس کے مالک کے گھر میں داخل ہونا چاہے وہ اسے (کاٹتا اور) اذیت پہنچاتا ہے اور اس سے بچاؤ صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ مالک اسے ڈانٹ ڈپٹ پلائے یا کتے کو یقین ہوجائے کہ یہ آنے والا صاحب خانہ کے دوستوں میں سے ہے (اس لیئے اس کی یہاں آمد و رفت رہتی ہے) بعینہٖ اسی طرح یہ ملعون بھی (گویا) خدا کے دروازہ پر بیٹھا ہے، تاکہ اُس کی بارگاہ میں اجنبی لوگ اور وہ لوگ جو اپنی شقاوت و بدبختی کی وجہ سے اُس (گھر میں) داخل ہونے کے لائق نہیں ہیں داخل نہ ہونے پائیں۔ پس جب بندہ اس کے شر سے خدا کی پناہ طلب کرتا ہے اور خدا اسے جھڑک دیتا ہے یا شیطان کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ بندہ اُس بارگاہ کے صاحبانِ قُرب اور مالک الملوک کے خواص میں سے ہے اور اس دروازہ پہ اس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ

انس بصاحب البیت لا یتعرض له هذا الکلب فاذا توسّل السّالک بجنابه تعالیٰ و صحّح نیّتهٗ بقدر الجهد فی بدوالامر بطلب ما یعلم انه خیر اخرته فیه و لا یبالی بان یعدّهٖ اهل الزّمان و جهلة الدّوران حشویّاً او قشریّاً او زاهدًا خشکاً او ینسب الی الجهل و اذا کان بهذه المنزلة یظهر له الحق عیاناً

فینبغی بعد ذالک ان یبتغی معلّماً مستانساً بکلام اهل البیت و اخبار هم معتقدا لها لامن یاوّل الاخبار بالآراء بل من صحّح عقائده من الاخبار

و یشرع فی طلب العلم ابتغاء وجه اللّٰه و طلب مرضاته و یتدبّر فی اخبار اهل البیت و یکون مقصد

صاحب خانہ سے مانوس و مالوف ہے تو یہ کتا اسے کچھ نہیں کہتا۔ پس جب سالک الی اللہ خدا سے متمسک ہو اور بقدر طاقت و وسعت ابتداہی سے اپنی نیت کو صحیح کرلے یعنی صرف ان باتوں کو طلب کرے جن کے متعلق اسے یقین ہو کہ اس کی آخرت کی بھلائی ان میں مضمر ہے اور اس بات کی ہرگز پروا نہ کرے کہ اھلِ زمان اور جاھلانِ دوران اسے ''حشوی'' یا ''قشری'' یا ''زاھدِ خشک'' کہتے ہیں یا اس کو جاہل قرار دیتے ہیں، پس جب وہ اس مرتبہ پر فائز ہو جائے گا تو حق اس کے سامنے (روزِ روشن کی طرح) واضح اور جلوہ گر ہو جائے گا۔

حقیقی معلم کی تلاش:

بعدازاں اسے چاہیئے کہ (سب سے پہلے تو) اپنے لیے معلم و استاد وہ تلاش کرے جو اھلِ بیتؑ کے کلام اور اخبار و آثار سے مانوس ہو اور ان کی حقانیت کا معتقد بھی ہو، نہ وہ جو ان کے اخبار (احادیث) کی (ذاتی) رائے و خیال سے تاویل کرے بلکہ وہ ایسا ہو جس نے اپنے عقائد (ائمہ اطہارؑ کے) اخبار کی روشنی میں دُرست کیے ہوں۔

علمِ دین طلب کرنے کا صحیح طریقہ:

اس وقت خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے طلب علم شروع کرے اور اخبارِ اہل بیتؑ میں تامل و تدبر کرے اور علم حاصل کرنے کا

التحصيل العمل فلا العمل ينفع بدون العلم كما وردعن الصّادِق عليه السلام ان العامل على غير بصيرة كالسّائر علىٰ غيرِ الطّريق لا يزيده سرعة السير الا بعداً ولا العلم ينفع بدون العمل و ايضاً لا يحصل العلم بدون العمل كماروى من عمل بما علم اورثه الله علم مالم يعلم و قد شبّه العلم بالسّراج يكون مع السّائر فى طريق مظلم اذا وقف ولم يمش لايضئ له الا مقدار معلوم و كلما مشى يضئ له مقدار آخرفا لعلم يعين على العمل والعمل يزيد فى العلم

فينبغى ان يقسم يومه ثلاثة اقسام فى بعض اليوم يسعىٰ لطلب الرّزق الحلال و فى بعض اليوم يتلذذ بالحلال و فى بعض آخر يشغل بالفرائض والسّنن و النوافل

مقصد عمل کو قرار دے کیونکہ علم کے بغیر عمل کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ حضرت صادقِ آلِ محمدؑ سے مروی ہے فرمایا: جو شخص علم و معرفت کے بغیر عمل کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص غلط راستہ پر چلتا ہے کہ جوں جوں تیز چلتا ہے (توں توں منزلِ مقصود) سے دور سے دور تر ہو جاتا ہے، نیز حقیقی علم بھی عمل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ روایت میں وارد ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو خدا اسے اس چیز کا علم عطا فرما دیتا ہے جو وہ نہیں جانتا، علم کو اس چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے، جو اس آدمی کے ہاتھ میں ہو جو تاریک راستے پر چل رہا ہے کہ جب وہ چلنا ترک کر دے اور (ایک مقام پر) رک جائے تو صرف تھوڑی سی محدود جگہ روشن ہوتی ہے مگر جب چلنا شروع کر دے تو اور جگہ بھی روشن ہونے لگ جاتی ہے۔ (الغرض علم و عمل میں چولی دامن اور لازم و ملزوم والا رشتہ ہے) علم عمل کرنے پر اعانت کرتا ہے اور عمل علم میں اضافہ کرتا ہے۔

تقسیم اوقات کا بیان:

پس (طالب علم) کو چاہیے کہ اپنے دن کو تین حصوں پر تقسیم کر دے ایک حصے میں رزق حلال کمائے دوسرے حصے میں حلال لذائذ سے لطف حاصل کرے اور تیسرے حصہ میں فرائض اور نوافل بجا لائے (جن میں علم بھی داخل ہے)

و ينبغى ان يحصل نبذةً من العلوم الألية لا فتقار علم الحديث اليها كعلم الصّرف و النّحو و قليلاً من المنطق و قليلاً من علم الاصول و بعض الكتب الفقهية ثم يبذل غاية الجهد فى علم الحديث و يطالع الكتب الاربعة وغيرها من تصانيف الصدوق وغيره ولقد اجتمع عندنا ماسوى الكتب الاربعة نحو من مائى كتاب و لقد جمعتها و فسرتها فى كتاب "بحار الانوار" فعليك بالنظر والخوض فى لججه والاستفادة منه فانه بحر كما سمّى به

ثم اعلم يا اخى ان لكل عبادة روحاً و جَسَدًا و ظاهِراً و باطناً فظاهرها و جسدها الحركات المخصوصة و باطنها الاسرار

علوم وفنون حاصل کرنے میں ترتیب کا تذکرہ:

نیز طالب علم کو چاہیئے کہ اصل مقصود بالذات علوم سے پہلے کچھ مقدار آلی و مقدماتی علوم کی بھی حاصل کرے کیونکہ (علم قران) وحدیث میں ان کی ضرورت پڑتی ہے جیسے صرف، نحو اور کچھ تھوڑی سی منطق، کچھ تھوڑا سا اصول فقہ اور بعض فقہی کتب پھر (علم قران) اور حدیث میں اپنی پوری کوشش صرف کرے اور اسے اپنی توجہ کا مرکز بنائے اور کتب اربعہ (اصول و فروع کافی من لا یحضرہ الفقیہ استبصار۔ اور تھذیب الاحکام وغیرہ کتب مؤلفہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کرے ہمارے پاس (بفضلہٖ تعالیٰ) کتب اربعہ کے علاوہ (حدیث) کی قریباً دوسو کتابیں موجود ہیں جن سب کو میں نے مع ان کی تشریح وتوضیح کے کتاب "بحار الانوار" میں جمع کر دیا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اس میں گہری نظر ڈالو اور اس کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ لگا کر اس سے استفادہ کرو کیونکہ وہ اسم بامسمّٰی ہے۔ (فی الواقع علوم ومعارف آل محمدؐ کا بے پایاں سمندر ہے۔)

بعض اسرار الاحکام کا بیان:

اے برادر ایمانی! تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر ہر عبادت کی ایک رُوح ہوتی ہے اور ایک جسم اور ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن، پس ان کا ظاہر

المقصودة منها والثّمرات المرتبة علیها و روحها حضور القلب والاقبال علیها و طلب حصول ما هو المقصود منها ولا تحصل تلک الثمرات الا بذالک کا لصّلوة الّتی هی عمود الدّین جعلها اللّه تعالیٰ افضل الاعمال البدنیة و رتّب علیها آثاراً عظیمةً قال اللّه تعالیٰ ان الصّلوة تنهیٰ عن الفحشاء و المنکر و قال رسُول اللّه الصّلوة معراج المؤمن ولا یترتّب علیها تلک الثّمرات الا بحضور القلب الّتی هی رُوحها اذالجسد بلا روح لا یترتب علیه اثرو لهذا تری صلوتنا لا تنهانا عن الفحشاء والمنکر ولا یحصل لنا بها العروج عن تلک الدّرکات الدّنیة الی الدرجات العلّیة فان الصلوة معجون الٰهی و مرکب سماوی اذالوحظت فیها شرائط عملها ینفع لجمیع الامراض النفسانیة والادواء الرّوحانیة

(اور جسم) تو وہ حرکاتِ مخصوصہ ہیں (جو ایک عبادت گذار انجام دیتا ہے) اور اس کا باطن وہ اسرار و رموز ہیں جو اس سے مطلوب ہیں اور وہ ثمرات ہیں جو اس پر مرتب ہوتے ہیں اور اس کی روح ہے حضور قلب اور اس عبادت کی طرف توجہ کرنا اور اصل مقصد کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور یہ ثمرات صرف اسی (حضور قلب) سے حاصل ہوتے ہیں جیسے نماز جو دین کا ستون ہے اور جسے خداوند عالم نے تمام بدنی و جسمانی اعمال سے افضل قرار دیا ہے اور اس پر عظیم آثار و نتائج مرتب فرمائے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے بالتحقیق نماز بُرائی اور ناشائستہ حرکات سے روکتی ہے اور جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں نماز مومن کی معراج ہے مگر اس کے یہ ثمرات صرف حضور قلب سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں جو کہ روح نماز ہے کیونکہ جسم بلا روح پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا اس لیے تم دیکھتے ہو کہ ہماری نماز ہمیں برائی اور ناشائستہ حرکات سے نہیں روکتی اور نہ ہی اس سے ہمیں پست درجات سے بلند درجات کی طرف معراج ہوتی ہے کیونکہ نماز ایک ایسی خدائی معجون اور آسمانی مرکب ہے کہ اگر اس کی بجا آوری کے جملہ شرائط و آداب کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ تمام نفسانی و روحانی امراض کے (ازالہ) کے لیے مفید و سودمند ہے۔

فيلزم ان يكون الانسان متذكراً في كل فعل من افعال الصّلوٰة سرّ ذلک الفعل والغرض المقصودمنه ففي الدعوات المتقدمة عليها ايناس للنّفس الّتي استوحشت بسبب الاشتغال بالامور الدّنيويّة الّتي اضطراليها الانسان بحسب الحكم و المصالح ليكون عند الشّروع فيها مستأنسابجنابهٖ تعالىٰ وايضاً من شرائط قبولها التّقوىٰ والورع عن المعاصي اذبارتكابها يبعد عن ساحة قربهٖ و قد قال اللّٰه انما يتقبّل اللّٰه تعالىٰ من المتّقين ولما ارتكب العبد الاعمال السّيئة و بَعُدَ بسببها غاية البُعد يتضرع قبل الصّلوٰة ان يغفر له و يصفح عن جرائمهٖ ليصير اهلاً لان يعبده ويناجيه و في التّكبيرات تنزيه لجنابهٖ تعالىٰ عن الشّريک و المثل والنّقص و عن ان يكون للعبدادراكه بالقوىٰ الظّاهرة والباطنة والعقول والافهام

بعض اسرار الصلوٰۃ کا بیان:

پس لازم ہے کہ جب (نماز گزار) آدمی افعال نماز میں سے کوئی فعل بجالائے تو اس کی جو اصلی غرض وغایت ہے اس کو پیش نظر رکھے مثلاً نماز سے پہلے جو (مستحبی) دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان کا اصلی مقصد یہ ہے کہ نفسِ انسانی چونکہ ان دنیوی امور میں جن کی بجا آوری اس کے لیے ناگزیر ہے مشغول ہونے کی وجہ سے وحشی ہوگیا ہے (یعنی خدا اور اس کے دین سے مانوس نہیں رہا) لہٰذا ضرورت تھی کہ نماز شروع کرنے سے قبل ان دعاؤں کے پڑھنے سے خدا کی بارگاہ سے مانوس ہوجائے۔ نیز من جملہ قبولیتِ نماز کے شرائط کے ایک شرط پرہیزگاری اور گناہوں سے اجتناب کرنا بھی ہے کیونکہ گناہوں کے ارتکاب سے انسان خدا سے دُور ہوجاتا ہے اور خدا فرماتا ہے۔ اللہ سُبحانہ، تو صرف متقیوں کے عمل کو قبول فرماتا ہے پس جب بندے نے بُرے اعمال کا ارتکاب کیا اور ان کی وجہ سے خدا کی بارگاہ سے بہت دُور ہوگیا تو اب وہ نماز پڑھنے سے پہلے تضرع وزاری کرتا ہے کہ خدا اسے معاف کردے اور اس کے جرائم سے درگزر فرمائے تاکہ وہ خدا کی عبادت کرنے اور اس سے مناجات (راز ونیاز کی باتیں) کرنے کے لائق ہوجائے اور نماز کے شروع میں جو) تکبیریں کہی جاتی ہیں ان میں یہ حکمت پوشیدہ

وتذكّر للعقائد الحقّة لتستقر فى النفوس و فى دعاء التوّجه تلقين الاخلاص فى النيّة والاظهار لغاية العبوديه ورفع النّظر عمّا سواه و التوجه بسرائره اليه و فى القرائة مكالمة مع المحبوب الحقيقى و مناجات بذكر محامده اوّلاً و وصفه بالاوصاف الكمالية وسيلة امام الحاجت ورعاية لاداب المكالمات والمناجات ثم اظهار العبودية ثم التخلى عن الحول والقوة والاستعانة به فى جميع الامور خصوصاً فى العبادة ثم طلب الهداية الى صراط مستقيم و هى صراط النبىّ والائمّة فى جميع العقائد والاعمال والاخلاق والطرق الى الله تعالىٰ و هذا المطلب مشتمل علىٰ جميع المطالب العاليّة ثم الاستعاذة عن صراطِ اعدائهم ويندرج فيه جميع العقائد الباطلة والاخلاق الردية والطرق المضلة و جميع

ہے کہ خداوند عالم کی ذات کی شریک، مثل اور ہر قسم کے نقص وعیب اور اس بات سے تنزیہ و تقدیس اور پاکیزگی بیان کی جائے اور یہ کہ ظاہری و باطنی قویٰ اور عقول و افہام سے اس کی اصل حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی نیز ان سے عقیدۂ حق کی یاد تازہ ہو جاتی ہے تاکہ وہ طبیعتوں میں راسخ ہو جائیں اور دعائے توجہ (وجہت وجہی للذی ۔۔۔ الخ) میں خلوصِ نیت کی تعلیم بندگی کا اظہار، ماسوی اللہ سے قطعِ نظر اور خدا کی طرف مکمل توجہ و انقطاع کا اعلان کرنا مقصود ہے۔ اور (حمد و سورۃ) پڑھنے میں محبوبِ حقیقی کے ساتھ اس طرح باہمی گفتگو و مناجات ہے کہ پہلے اس کے محامد و مناقب اور اس کے اوصاف کمالیہ ذکر کیے گئے ہیں تاکہ وہ حاجت برآری کا ذریعہ قرار پائیں اور باہمی گفتگو اور راز و نیاز عرض کرنے کے آداب کی رعایت بھی مدِ نظر رہے، پھر اس میں بندگی کا اظہار اور پھر اپنی طاقت و قوت سے بیزاری اور تمام امور میں بالعموم اور ادائے عبادت میں بالخصوص خدا سے مدد طلب کرنے اور پھر سیدھے راستے پر چلنے و گامزن رہنے کا سوال ہے اور اس (صراط مستقیم) سے مراد تمام عقائد و اعمال، اخلاق و اطوار اور خدا تک پہنچانے والے راستوں میں سے سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کا راستہ ہے اور یہ مطلب (صراط مستقیم کی طلب) تمام مطالب عالیہ پر مشتمل ہے،

الفسوق فانها جميعاً صراط اعدائهم و كذافى الرّكوع والسّجود خضوع و تذلل للّٰه تعالىٰ لدفع ما فى الانسان من الكبر والفخر والعجب فامربان يضع مكارم بدنه على التّراب عند ربّه فكذا فى كل فعل من الافعال حِكَمٌ جسيمة و مصالح عظيمةٌ لا يفى بشرحها الكتب العظيمة و قد ورد فى الاخبار لكل فعل من افعال الصّلوة اسرار غريبةٌ و حكم عجيبة و انما او مانا فى هذ المقام الى بعض منها من جهة التّمثيل و الا لا يفى هذه الرّسالة و آلاف امثالها بشرح واحد منها فينبغى ان يرجع الانسان الى الاخبار الواردة فيها و فى اسرار جميع العبادات و حِكَمها و يأتى بكل فعل علىٰ وجهه ليكون كل فعل من افعاله

پھر ان ذواتِ مقدسہ کے دشمنوں کے راستے سے خدا کی پناہ مانگی گئی ہے اور اس میں تمام عقائدِ باطلہ، اخلاقِ رذیلہ، گمراہ کن راہیں اور ہر قسم کے فسق و فجور داخل ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں ان کے دشمنوں کا راستہ ہیں۔ اسی طرح رکوع و سجود میں خداوندِ عالم کی بارگاہ میں خشوع و خضوع اور اپنی ذلت و عاجزی کا اظہار ہے تاکہ انسان میں جو کبر و نخوت ہے وہ دُور ہو جائے اس لیے اس کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے جسم کے افضل و اعلیٰ اعضاء کو اپنے پروردگار کے سامنے خاک پر رکھے اسی طرح افعالِ نماز میں سے ہر ہر فعل میں وہ عظیم الشان حکمتیں پوشیدہ ہیں کہ جن کی تشریح بڑی بڑی کتابوں میں بھی نہیں سما سکتی۔ (تو اس مختصر رسالہ میں ان کی کہاں گنجائش ہے) اخبار میں نماز کے ہر ہر فعل کے عجیب و غریب اسرار و رموز بیان کیے گئے ہیں ہم نے اس جگہ صرف بطور مثال بعض اسرار کی طرف اشارہ کر دیا ہے ورنہ یہ رسالہ کیا ایسے ہزاروں رسائل بھی صرف ایک حکمت و مصلحت کی تشریح و توضیح کے لیے کافی نہیں ہیں[1] پس انسان کو چاہیئے کہ نماز بلکہ تمام عبادات کے اسرار و رموز کے سلسلہ میں جو اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں ان کی طرف رجوع کرے اور ہر ہر فعل کو کما حقہ، بجالائے تا

---

[1] ہم نے اپنی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ میں ان اسرار احکام کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ (منہ عفی عنہ)

وسيلةً لقربه وسبباً لتكميل نفسه وهادياً له الى سبيل نجاته

ثمّ اعلم ان اقرب الطّرق الى الله تعالىٰ كما هو ظاهر من كثير من الاخبار هو طريق الدُّعاء والمناجات

لكن لهما شرائط من حضور القلب والتّوسّل وقطع الرّجاء عمن سواه والاعتماد الكامل عليه والتّوجه فى صغير الامور و كبيرها و قليلها و كثيرها اليه سُبحانهٗ

والادعيّة المأثورة على نوعين منها الاوراد والاذكار المؤظفة المقرّرة فى كل يوم و ليلةٍ المشتملة على تجديد العقائد و طلب المقاصد و الارزاق و دفع كيد الاعداء و نحوذ الک وينبغى للمرء ان يجتهد فى حضور القلب والتوجه

کہ اس کا ہر فعل قُربِ خداوندی کا وسیلہ، نفس کی تکمیل کا سبب اور طریق نجات کا راہبر و راہنما قرار پا سکے۔

دُعا و مناجات کا تذکرہ:

پھر یہ بھی جاننا چاہیئے کہ خدا تک پہنچنے کے جس قدر راستے ہیں اُن میں سے جو راستہ سب راستوں سے زیادہ قریب ہے وہ دُعا و مناجات والا راستہ ہے جیسا کہ بہت سے اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے۔

شرائط دُعا کا بیان:

لیکن دُعا و پکار کے کچھ شرائط ہیں (جن کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے) جیسے حضور قلب، توسّل، غیر خدا سے قطع اُمید، خدا پر کامل اعتماد اور سب چھوٹے بڑے، کم و زیادہ غرضیکہ تمام معاملات میں اسی ذات ذوالجلال کی طرف توجہ کرنا اور اسی پر بھروسہ کرنا۔

ادعیہ جات کے اقسام:

جو دُعائیں جناب رسولؐ خدا اور آئمہ ھدیٰ سے منقول ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔

پہلی قسم: وہ اوراد و اذکار ہیں جو ہر شب و روز میں مقررہ اوقات میں پڑھے جاتے ہیں جو عقائدِ حقہ کی تجدید، حاجات کی طلب، رزق کے حصول اور دشمنوں کے مکر و فریب سے بچنے اور اس قسم کے دوسرے مطالب حقہ پر مشتمل ہیں۔ آدمی کو چاہیئے کہ

و التضرّع عند قرائتها لکن یلزم ان لایترکها ان لم یتیسّر ذلک.

والثّانی المناجات و هی الادعیة المشتملة علی صفوف الکلام والتوبة والاستغاثة والاعتذار و اظهار الحبّ والتّذلل والانکسار و ظنی انّه لا ینبغی ان یقرأ تلک الامع البکاء والتضرّع والخشوع التّام و ینبغی ان یترصّد الاوقات لها و لا یقرأ بدون ما ذکر فیشبه الاستهزاء وسخریة و هذان القسمان من الدّعاء ببرکة اهل البیت عندنا کثیرة لا یفی الفرصة باشتغال عشر من اعشارها اما القسم الاوّل فاکثرها مذکورة فی مصباحی الشّیخ الطوسی و الکفعمی و کتابی السّمات و الاقبال لابن طاوس فی ضمن التّعقیبات وادعیة الا سبوع و

ان دُعاؤں کے پڑھتے وقت اس پر حضورِ قلب، توجہ اور تضرع وزاری کی کیفیت طاری ہو لیکن اگر کسی وقت یہ کیفیت طاری نہ ہو تب بھی لازم ہے کہ ان دُعاؤں کا پڑھنا ترک نہ کرے۔ لان فیها فوائد جمة۔

مناجات کا بیان:

دوسری قسم: مناجات ہے اور اس سے مُراد وہ خاص دُعائیں ہیں جو مختلف قسم کے کلام جیسے توبہ و استغفار، استغاثہ و اعتذار، خلوص و محبت اور ذلت و انکساری کے اظہار پر مشتمل ہیں میرا خیال ہے کہ جب تک آدمی پر گریہ و بکا، خشوع و خضوع اور تضرع و زاری کی خاص کیفیت طاری نہ ہو اس وقت تک ان مناجاتوں کو نہ پڑھنا چاہیئے اور اس قسم کے اوقات و حالات کا منتظر رہنا چاہیئے ورنہ ایسی کیفیت کے بغیر ان کا پڑھنا تمسخر و مذاق اڑانے کے مترادف[1] ہے یہ دونوں قسم کی دُعائیں اہلبیتؑ نبوت کی برکت سے ہمارے پاس اسقدر بکثرت موجود ہیں کہ ان کے عشر عشیر کے پڑھنے کی بھی فرصت نہیں مل سکتی چنانچہ پہلی قسم کی دُعائیں

---

[1] سرکار علامہ کے پرمغز کلام میں بڑا وزن ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اگر کوشش کے باوجود وہ کیفیت طاری نہ ہو تو پھر بھی بموجب الوجود خیر من العدم (یعنی کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے ان مناجات کا پڑھنا فائدہ سے خالی نہیں ہے (منہ عفی عنہ)

اعمال السّنۃ و غیرھا والقسم الثانی ایضاً منشورۃ فی عرض تلک الکتب وغیرھا کالادعیۃ الخمسہ عشر والمناجات المعروفۃ بالانجیلیۃ و دُعاء کمیل النخعی و غیرھا و الصّحیفۃ الکاملۃ جلھابل کلّھا فی مقام الثّانی ثم ان بعض تلک الادعیۃ یناسب حالۃ الخوف و بعضھا للبلاء و بعضھا للرخاء الی غیر ذالک من الاحوال المختلفۃ التی ترد علی الانسان فینبغی ان یقرأ الانسان فی کل حالۃ ما یناسبھا من الادعیۃ مع التدبّر فی معانیھا والبکاء والتضرّع فیھا و انت اذا سلکت ھذا المسلک ایقنت انہ اقرب الطّرق الی اللّٰہ تعالیٰ و بہ یحصل مقاصد الدّنیا و الاخرۃ

مصباح المتہجد شیخ طوسی اور مصباح کفعمی اور جناب سید ابن طاؤس کی کتاب مہج الدعوات اور کتاب اقبال میں تعقیباتِ نماز، ہفتہ کی دُعاؤں اور سال کے اعمال کے ضمن میں مذکور ہیں اور دوسری قسم کی دُعائیں بھی انہی یا ان جیسی دوسری کتابوں (جیسے زادالمعاد علامہ مجلسی اور مفاتیح الجنان محدث قمی اور ہماری کتاب زاد العباد وغیرہ۔ میں بکھری پڑی ہیں[1] جیسے مناجاتِ خمسہ عشر، مناجاتِ انجیلیہ اور دُعائے کمیل وغیرہ اور صحیفہ کاملہ کی اکثر بلکہ تمام دعائیں اور مناجاتیں اسی دوسری قسم میں داخل ہیں پھر یہ بھی خیال رہے کہ بعض دُعائیں خوف وبیم، بعض بلا ومصیبت اور بعض آسائش وکشائش وغیرہ مختلف انسانی حالات وکیفیات سے مناسبت رکھتی ہیں پس آدمی کو چاہیئے کہ ہر حالت میں وہ دُعا و مناجات پڑھے جو اس حالت کے مطابق ہے جب تم اس راستہ پر گامزن ہوگے تو تمھیں یقین حاصل ہوجائے گا کہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کا قریب ترین راستہ یہی ہے اور اسی سے دنیا و آخرت کے مقاصد ومطالب حاصل ہوتے ہیں۔

---

[1] بفضلہ تعالیٰ ہم نے ان ہر دو قسم کی دعاؤں اور مناجاتوں اور سال بھر کے اعمال وعبادات اور زیارات عتباتِ عالیات پر مشتمل ایک جامع کتاب مرتب کی ہے جس کا نام زادالعباد لیوم المعاد ہے (منہ عفی عنہ)

ثم اعلم ان اعظم سعادات النّفس الاخلاق الحسنة الزكيّة من الخلوص والطهارة والجود والسّخاء والاخلاص و المسكنة والحكم و غيره من الاخلاق الحسنة الّتى استحسنها الشّرع والعقل و اقوىٰ مهلكات النّفس الاخلاق اللّئيمة الرديّة من البُخل و الجبن و الكبر والعُجب والرّياء والغضب والحقد و غيرها من المهلكات الرديّه الّتى استقبحها العقل والشّرع فيجب على الانسان السّعى فى التخلّى عن الاخلاق السّيّئة والتحلّى بالاطوار المرضيّة

اخلاقِ حسنہ اور اخلاقِ سیّئہ کا بیان:

جاننا چاہیئے کہ نفسِ انسانی کی سب سے بڑی سعادت اخلاقِ جلیلہ و جمیلہ[1] ہیں جیسے خلوص و پاکیزگی، جود و سخا، اخلاص و ایثار، عاجزی و انکساری وغیرہ وہ تمام اخلاقِ حسنہ جو عقلاً و شرعاً مستحسن ہیں اور نفسِ انسانی کی سب سے بڑی ھلاکت اخلاقِ رذیلہ و ردیہ ہیں جیسے بخل و کنجوسی، بزدلی و روباہی، کبر و نخوت، ریاء و سمعہ، غیظ و غضب اور حقد و کینہ وغیرہ مہلکاتِ نفس جو عقلاً و شرعاً قبیح ہیں، پس انسان پر لازم ہے کہ اخلاقِ رذیلہ سے اپنے دامن کو بچانے اور اخلاقِ جمیلہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی پوری پوری کد و کاوش کرے۔

---

[1] اخلاقِ جلیلہ و جمیلہ کی عظمت و اہمیت کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں ہے اس سلسلہ میں سرکار خاتم الانبیاء کا یہی ارشاد کافی ہے کہ: انما بعثت لا تمم مكارم الاخلاق مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔ اس ارشاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد اور غرض و غایت ہی مکارم الاخلاق کی تکمیل قرار دی ہے حقیقت یہی ہے کہ انسان کی انسانیت کا دار و مدار ہی عمدہ اخلاق و اطوار پر ہے۔ ونعم ما قیل

اقبل على النّفس و استكمل فضائلها
فانت بالنّفس لا بالجسم انسان

اور اس سلسلہ میں علم الاخلاق کی مبسوط کتابوں کے علاوہ ہماری فقہی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ کی جلد اول کتاب الطہارت باب الاخلاق الحسنہ والسیئہ کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ (منہ عفی عنہ)

وزعمت الصّوفية انهما انّما يحصلان بترک المالوفات والاعتزال عن الخلق وارتكاب المشاق و ملازمة الجوع المنهمک والسّهر الدّائم و سائر ما هو طور هم و دائبهم و انّي وجدت من يقاس تلک الشّدائد منهم تزيد اخلاقه الرّديّة و تقل اخلاقه الحسنة اذ يغلب عليه السّوداء فلا يمكن لاحدان يكلم معهم بكلمةٍ لسوء خلقهم و يقوى تكبّرهم و عُجبهم بحيث يظنّون انهم تجاوزوا عن درجة الانبياء و يبغضون جميع الخلق ويستوحشون منهم و كذا سائر صفاتهم لكن لا يظهر ذلک

صوفیوں کی غلط روش ورفتار پر تنقید:

صوفی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ مقصد (اخلاق رذیلہ سے تخلّی اور اخلاق جمیلہ سے تحلّی) مالوف اور مرغوب چیزوں کے ترک کرنے، لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے، (ناجائز) مشقتیں جھیلنے کمزور کنندہ، بھوک برداشت کرنے اور ہمیشہ جاگتے رہنے یا اس قسم کے دوسرے ان اعمال سے حاصل ہوتا ہے جن کی بجا آوری ان لوگوں کا طور طریقہ ہے۔

میں نے (صوفیوں میں سے) بعض ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنھوں نے (مذکورہ بالا) شدائد و تکالیف جھیلے ہیں مگر (بجائے اس کے کہ ان کے اخلاقِ جمیلہ بڑھتے اور اخلاقِ ردیہ کم ہوتے) اُلٹا ان کے اخلاقِ سیّئہ میں اضافہ ہوگیا ہے اور اخلاقِ حسنہ کم ہوگئے ہیں کیونکہ (ان غلط قسم کی ریاضتوں اور چلہ کشیوں کی وجہ سے) ان پر سودا کا غلبہ ہوجاتا ہے اس لیے ان کی بدخلقی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ کوئی شخص ان سے بات چیت نہیں کرسکتا اور ان کا عُجب و تکبّر اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ یہ گمانِ فاسد کرنے لگتے ہیں کہ وہ انبیاء کے درجہ سے بھی آگے نکل گئے ہیں اس لیئے وہ تمام لوگوں کو بُرا سمجھتے ہیں اور ان سے وحشت ونفرت کرنے لگتے ہیں یہی کیفیت ان کے دوسرے صفات وحالات کی ہے لیکن

للخلق لعدم معاشرتهم و معاملتهم معهم

و ظنّی ان طریق معالجة ذالک ان یتوسّل الی اللّٰه تعالیٰ فی دفع تلک الرّذائل ثم یتفکر فی سُوء عواقبها و عیوب نفسه و رذالة اصله و ما ینتهیٰ الیه حاله و نقص اعماله و نیاته ثم یعالج کل خصلة بتمرین النّفس علی ضدها حتّٰی یصیر ضدها له خلقاً و عادة و فی اثناء ذالک یتدبّر فی الأخبار الواردة فی ذمها و مدح ضدها و کتاب الکفر و الایمان من الکافی مشحون بها

ان لوگوں کے یہ حالات عام لوگوں پر اس لیے ظاہر نہیں ہوتے کہ اُن کو اِن کے ساتھ رہن سہن اور لین دین کا اتفاق نہیں ہوتا۔ (یا اگر ہوتا ہے تو بہت کم)

اخلاقِ رذیلہ سے گلو خلاصی کرانے کا طریقہ کار:

میرا خیال یہ ہے کہ بُرے اخلاق سے گلو خلاصی کرانے کا (وہ طریقہ دُرست نہیں ہے جو صوفیوں نے گھڑ رکھا ہے بلکہ اس کا) صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ سب سے پہلے تو ان صفاتِ رذیلہ کے ازالہ کے سلسلہ میں خداوندِ عالم کی بارگاہ میں رجوع کرے، پھر ان اخلاقِ رذیلہ کے بُرے انجام، اپنے نفس کے عیوب، اپنی اصل حقیقت کی روائت و دنایت[1]، اپنے انجام اور اپنے اعمال و نیات کے ناقص ہونے میں غور و فکر کرے۔ بعد ازاں نفس کو اس کی ہر بُری صفت کی ضد یعنی اچھی صفت کے اختیار کرنے پر آمادہ کرے یہاں تک کہ وہ صفت اس کی خصلت و عادت بن جائے، اس اثناء میں ان اخبار و آثار میں بھی برابر غور و تدبر کرتا رہے جو بُرے اخلاق کی مذمت اور اچھے اخلاق کی مدحت میں وارد

---

[1] جناب امیر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جس آدمی کی ابتدا وہ نطفۂ گندیدہ ہو کہ جس کا ایک قطرہ خارج ہونے سے غسلِ جنابت واجب ہو جائے اور انتہا وہ مُردہ ہو کہ جسے چھونے سے غسلِ مسِ میت واجب ہو جائے اسے تکبر اور بڑائی کا دعویٰ کرنا زیب نہیں دیتا۔ (منہ عفی عنہ)

مثلاً صاحب البُخل يداوى نفسهٗ بعد التوسّل اليه تعالیٰ و التفکّر فی ان المال لا ینفعهٗ بعد الموت والعطاء ینفعه و ان اللّٰه یخلفهٗ ولا یخلف وَعْده ثم یتدبّر فی الأیات و الاخبار الواردة فی ذمه و یزجر نفسه علی العطاء ففی المرتبة الاولیٰ یشق و فی الثانیة یسهل الی ان یصیر العطاء لهٗ عادة و خلقا لا یمکنه ترکه و کذا صاحب الترفّع فی المجالس یعالج نفسه بعد ما ذکرباں یجلس مرارادون ما یلیق به من المجلس الی ان یصیر لهٗ خلقاً و هکذا فی سائر الاخلاق و افضل ما یقرأ فی التوسّل دعاء أن ؑ، الصّحیفة الکاملة لمکارم الاخلاق

ہوئے ہیں۔ ''اصول کافی باب الکفر والایمان اس قسم کی حدیثوں سے لبریز ہے۔ مثلاً ایک بخیل آدمی ازالۂ بخل کے سلسلہ میں خدا سے متوسل ہونے کے بعد اس بات میں غور وفکر کرے کہ مرنے کے بعد مال اسے فائدہ نہیں دے گا بلکہ اس کا (نیک کاموں میں) خرچ کرنا اس کو فائدہ دے گا اور اللہ اسے اس کا بدل دے گا اور خدا نے اس سے اجر وعوض کا جو وعدہ کیا ہے وہ ہرگز اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

پھر ان آیات وروایات میں تدبّر کرے جو بخل کی مذمت میں وارد ہوئے ہیں اور پھر اپنے نفس کو بخل پر سرزنش کرے تاکہ وہ عطا وبخشش پر آمادہ ہو جائے۔ چنانچہ پہلی بار اس پر بخشش شاق ضرور گذرے گی مگر دوبارہ آسان معلوم ہوگی یہاں تک کہ عطاء وبخشش اس کی عادت بن جائے گی (پھر اسے عطا کرنے میں لطف محسوس ہوگا)۔ اسی طرح جس (متکبّر مزاج آدمی کو) مجالس ومحافل میں بلند جگہ پر بیٹھنے کی عادت ہے وہ اس کا علاج اس طرح کرے کہ پہلے (بخیل کے بارہ میں) مذکورہ بالا انداز پر غور وفکر کرنے کے بعد (عملاً) بار بار اپنی شان کے لائق منصب ومقام سے پست تر جگہ پر بیٹھنے کی کوشش کرے یہاں تک کہ یہ (خاکساری و انکساری) اس کی خصلت وعادت بن جائے۔ یہی ترکیب دوسرے تمام اخلاقِ رذیلہ کو دُور کرنے اور

والاستعاذة من سوءِ الاخلاق و ملازمة العبادة بشرائطها كافية فى رفع تلك المهلكات ولا يحتاج الانسان الى ارتكاب البدع والتشريعات فيكون دفعاً لِلفاسِد بالافسد.

ثم اعلم يا اخى ان النّوافل اليومية و صلوة اللّيل متمّمة للفرائض و هى من سنن النبىّ لم يتركها الى ان مضى من الدّنيا فلا تتركها و ان تركتها فاقضها حيث ما تيسرت

اخلاقِ حَسنہ حاصل کرنے کے لیے سودمند ہے، اس سلسلہ میں بارگاہ ایزدی میں توسل و درخواست پیش کرنے کے بارے میں سب سے افضل دو دعائیں ہیں جو صحیفۂ کاملہ میں موجود ہیں ایک دعائے مکارم الاخلاق دوسری دُعاءِ الاستعاذہ من سوءِ الاخلاق حقیقت یہ ہے کہ اگر شرعی عبادات کو ان کے مقررہ شرائط و آداب کے ساتھ بجالایا جائے تو وہی اخلاقِ مہلکہ کو دُور کرنے کے لیے کافی ہیں (صوفیوں کی طرح) بدعات اور خود ساختہ وظائف کی کوئی ضرورت نہیں رہتی ورنہ یہ فاسِد کا دفاع اَفسد سے اور باطل کا ابطال ابطل سے ہوگا۔

نوافل اور نمازِ تہجد کا بیان:

اے برادرِ ایمانی! تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ نوافلِ یومیہ اور نمازِ تہجد فرائضِ یومیہ کی (کمی) کے متمّم (تمام کنندہ) ہیں اور یہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان سنن میں سے ہیں جن کو آنحضرتؐ نے دارِ دُنیا سے رخصت ہونے تک مدت العمر میں کبھی ترک نہیں کیا اس لیے تم بھی انہیں ترک نہ کرو اور اگر کبھی ترک ہو جائیں تو حتی الامکان ان کی قضا بجالاؤ[1]

---

[1] متعدد روایات میں وارد ہے کہ جو شخص سنن و نوافل کو خفیف سمجھ کر بلا عذر نہیں پڑھتا اسے بروزِ محشر (هذا مستخفف لِسُنّة رسولُ الله) کہہ کر پکارا جائے گا۔ (منہ عفی عنہ)

و عليک من الصّوم بالخميس
الاوّل والأخرو الاربعاء الاولیٰ من
العشر الاوسط فانها ايضاً من سُنّنه

و عليک فی صَلوٰة اللّيل بالدّعوٰت
والتّضرّع والبکاء فان هذا الوقت
من اللّيل محل قرب العبد من الرّب
و باب الدّعاء والرّحمة و المناجَاة
مفتوح والقلب مجتمع والعمل فيه
اقرب من الخلوص کما قال اللّٰه
تعالیٰ انّ ناشئة اللّيل هی اشدّ وطأً و
اقوم قيلاً و عليک فی ذٰلک
الوقت بالدّعاء لاخوانک المؤمنين
تفصيلاً فانّه اقضیٰ لحاجتک و
انت فيه بمثلی ما طلبت لهم بل
باضعافه

و عليک فی تعقيب صلوٰة

مستحبی روزوں کا بیان:

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہر ماہ کی پہلی اور آخری جمعرات اور درمیانے عشرہ کے پہلے بدھ کو روزہ رکھا جائے کیونکہ یہ بھی آنحضرتؐ کے سننِ مقدسہ میں سے ایک سُنت ہے اسی طرح نمازِ شب کو اس کی مخصوص دُعاؤں اور تضرع وزاری کے ساتھ ضرور بجا لاؤ کیونکہ رات کا یہ وقت بندے کے لیے اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کا بہترین محل و مقام ہے اور اس وقت دُعا ورحمت اور مناجاۃ کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور اس وقت خاطر جمع ہوتی ہے اور عمل خلوص کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (چونکہ خدا کے سوا اُس وقت اور کوئی شاذ و نادر ہی دیکھتا ہے) جیسا کہ خدا فرماتا ہے: ''رات کا اُٹھنا ہے تو بڑی زحمت کا باعث مگر بات چیت کیلئے بہت موزوں ہے۔'' نیز اُس وقت لازم ہے کہ اپنے برادرانِ ایمانی کے لیے بالتفصیل (نام بنام) دُعا کرو کیونکہ ایسا کرنا خود تمہاری حاجت برآری کا بہت اچھا ذریعہ ہے جو کچھ اپنے دینی بھائیوں کیلئے طلب کروگے اس کے دو برابر بلکہ کئی گنا زیادہ خدا تمہیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور دُنیوی حاجات بھی برلائے گا۔

تعقیباتِ نمازِ پنجگانہ کا بیان:

نمازِ صبح کے بعد تم پر (سرکارِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے

الفجر با لدعوات والاذکار الماثورة و المواظبة علیها فان تلک السّاعة ساعة تقسیم الارزاق و علیک بعد ذالک فی مشیک و قیامک و قعودک عداوته ذکر: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ فانها ارکان عرش العبادة والمعرفة ثم الصّلوة علی النبیّ فانها افضل الاعمال ثم

مواظبة قدر وافٍ من هذهِ الاذکار الاربعة الواردة فی القرآن و الاخبار مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِا اللّٰهِ لتیسیر الامور وَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ لدفع الخوف من الاعداء و الشّدائد و لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ لدفع هموم الدّنیا و الأخرة و غمّها وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ. لدفع کید الاعداء

منقول اوراد و وظائف اور دعاؤں کا پڑھنا اور ان پر مداومت کرنا لازم ہے کیونکہ اس وقت رزق تقسیم ہوتا ہے۔ بعد ازاں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے (تسبیحات اربعہ) پڑھنے پر مداومت کرو (اور وہ یہ ہیں): سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ کیونکہ یہ تسبیحات عرش عبادت و معرفت کے ستون ہیں۔ پھر سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود و سلام بھیجنا افضل ترین عمل ہے، پھر درج ذیل اذکار اربعہ کو جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں کافی مقدار میں پڑھنے پر مواظبت کرو اور وہ یہ ہیں۔

بعض اذکار و اورادِ مسنونہ کا بیان:

(۱) وسعتِ رزق اور تسہیل امور کیلئے:

مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

(۲) شرِ اعداء اور شدائد سے حفاظت کیلئے:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ

(۳) دنیا و آخرت کے ہموم و غموم کے دفعیہ کیلئے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

(۴) دشمنوں کے مکر و فریب سے بچنے کیلئے:

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ

ولاقل ما تواظب علیه من الاذکار کل یوم	اذکار و اوراد کی کم از کم وہ مقدار جو ہر روز پڑھنی چاہیے وہ یہ ہے:
ان تصلّی علیٰ محمّد و آل محمّد مِاةِ مَرّة و فی یوم الجمعة و لیلتها الف مرّة	(۱) سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام پر ہر روز ایک سو بار اور شب و روزِ جمعہ میں ایک ہزار بار درود و سلام
و ان تقول کل یوم ثلث مِاةِ و ستّین مرّة عدد عروق الجسد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ علیٰ کل حال و ان قرأت ذالک عند کل صباح و مساء فهو افضل	(۲) ہر روز جسم کی بڑی بڑی رگوں کی تعداد کے مطابق تین سو ساٹھ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلیٰ کُلِّ حالٍ اور اگر ہر صبح و شام یہ مقدار پڑھی جائے تو افضل ہے
و قل فی کلّ یوم استغفر الله سبعین مرّةً و اتوب الی الله سبعین مرّةً و اکثر فی الاستغفار فانّه یکفّر الذّنوبَ و یزید فی الرّزق و فی الاولاد	(۳) ہر روز ستر بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اور ستر بار اَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ۔ جس قدر ہو سکے استغفار زیادہ کرو کیونکہ یہ بخششِ گناہاں، وسعتِ رزق اور کثرتِ اولاد کا باعث ہے۔
و اقراء کلّا من التّسبیحات الاربعة ثلثین مرّة	(۴) تسبیحاتِ اربعہ (ہر نماز کے بعد) تیس مرتبہ
و قل کل یوم مِاة مرّة لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِکُ الحق الْمُبِیْن و ان تقدر فثلثین مرّة	(۵) ہر روز سو مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کم از کم تیس مرتبہ پڑھنا ترک نہ کیا جائے۔
و قل کل یوم ماة مرّة لا حَوْلَ	(۶) ہر روز سو بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا

وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

و قل كل يوم عشر مرّات اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شريك له اِلٰهاً و احِداً اَحداً صَمداً لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلا وَلَدًا

و قل قبل طلوع الشمس و غروبها عشر مرّات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحيِ و يُمِيْتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرِ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شيءٍ قديرٌ.

وعشر مرّات اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَعُوذُ بِاللّٰهِ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم فانهٗ قدورد فيْ الاخبار انهما سُنّتان واجبتان و اذا نسيتهما فى وقتهما فاقضهما

و قل ماة مرّة بعد صلوٰة المغرب و الغداة.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْم وان لم تقدر فسبع مرّات فانها امان من سبعين نوعاً من البلاء

ورد کیا جائے

(۷) ہر روز دس بار اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ اِلٰهاً وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدً الَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلا وَلَدًا. پڑھا جائے۔

(۸) طلوع وغروب آفتاب سے قبل دس دس مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِ و يُمِيْتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَ عَلٰى كل شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

(۹) طلوع وغروب سے پہلے دس بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ اَنَّ اللّٰهِ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ اخبار میں وارد ہے کہ یہ دونوں ذکر سُنت واجب ہیں لہٰذا اگر بروقت ان کا پڑھنا بھول جاؤ تو ان کی قضا کرو۔

(۱۰) نماز صبح اور مغرب کے بعد سو بار

بسم الله الرحمن الرحيم لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم سات بار ضرور پڑھو کیونکہ یہ ذکر ستر قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں سے باعث امن وامان ہے۔

و اكثر فی قراۃ سورۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہ اَحد. وَ اِنَّا انزلنٰاہُ فِی لَیلَۃِ القَدرِ

و ان قدرت ان تقرأ انا انزلناہ فی لیلة ماة مرة فافعل

وقرائة آية الكرسی و شھد اللّٰه و قل اللّٰھم وسورۃ الحمد و قل ھو اللّٰه احد بعد كل صلوٰۃ و قدورد علی جمیع ما ذكر لک الاخبار و لا شک ان كنت مؤمناً باھل بیت نبیّک انھا افضل من الاوراد الفتحیة الّتی الفھاحثالة من الجاھلین المبتدعین من اھل السُّنَة التاركین الاقتداء باھل البیت

و علیک بصلوۃ جعفر بن ابی طالب و اقلّھا كل اسبوع مرّۃ و عند الشّدائد فانّھا مجرّبة لقضاء الحوائج و علیک بتحصیل كتب الدّعاء و الاعمال المختصة بالایّام و اللّیالی فان لكل منھا تاثیراً خاصاً

(۱۱) سورۂ توحید (قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد) اور سورہ قدر (اِنَّا انزلناہُ فِی لَیلَۃُ القَدر) کو بکثرت پڑھو اگر ممکن ہو تو ہر روز سو بار سورۃ القدر پڑھا کرو

(۳) نیز ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی، آیت شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ آیت قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ سورۂ حمد اور سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھو۔

اُوپر جو کچھ اور اوو اذکار بیان کیے گئے ان سب کے متعلق معصومینؑ کے اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں اگر تمھارا اہلبیتِ نبوتؑ پر ایمان ہے تو تمھیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ وظائف اوراد فتحیہ (اور دُعائے قمی اور دعائے گنج العرش وغیرہ) سے بدرجہا بہتر و برتر ہیں جو اہلِ سنت کے چند جاہل بدعتی اور خاندانِ نبوت کی اقتداء کے تارک لوگوں کے مرتب کردہ ہیں

اسی طرح تم پر نماز جعفر بن ابی طالبؑ (طیار) کی بجا آوری بھی لازم ہے، کم از کم ہفتہ میں ایک بار اور شدائد و مصائب کی یلغار کے وقت اسے (بار بار) پڑھنا چاہیے کیونکہ حاجت برآری کیلئے اس کا پڑھنا مجرب ہے۔ نیز تم پر ان کتابوں کی جمع بندی بھی لازم ہے جن میں عام دُعاؤں کے علاوہ ان اعمال کا بھی تذکرہ ہے جو شب و روز کے ساتھ مختص ہیں کیونکہ ان اعمال میں سے ہر ایک عمل کا قرب

في التقرّب الى الله

و اياک و اتباع الاعمال التي لم تراها في الكتب المعتبرة من اخبار الشّيعة فانّه قال رسولّ الله قليل في سُنّة خير من كثير في بدعة

و عليک بقلّة الاكل و النوم لا ترک الحيواني او شيء مما انعم الله به عليک و لا بحيث ينحف ولا تقدر على العمل فان البدن مطيتک و تحتاج الى تقويتها للاعمال الكثيرة و عليک بالسّعي في حلية اكلک و ملبسک و بُعدِ هما من الشّبهات بل جميع ما تصرفه لنفسک او وجوه البر

و عليک بقلّة مصاحبة الفاسقين و الظّلمين و معاشرتهم فان لصحبتهم تاثيراً عظيماً في قساوة القلب و بُعدک عن اللّة الا

خداوندی حاصل کرنے میں ایک خاص اثر ہے۔[1]

خود ساختہ اوراد کی مذمت:

خبردار ان اعمال کو ہرگز نہ بجالانا جن کو شیعہ کی کتب معتبرہ میں نہ پاؤ۔ جناب رسولؐ خدا کا ارشاد ہے کہ سُنّت کے مطابق تھوڑا سا عمل، خلافِ سُنّت (بطور بدعت) بہت سے عمل سے (بدرجہا) بہتر ہے۔

زرّیں ہدایات:

تم پر تھوڑا کھانا اور تھوڑا سونا لازم ہے نیز یہ کہ حیوانات کا کھانا اور حلال اور جائز نعمتوں کا استعمال بالکل ترک نہ کردینا جس سے تم اس قدر کمزور ہوجاؤ کہ عمل بھی نہ بجالاسکو کیونکہ بدن تمہاری سواری ہے اور بہت سے اعمال وعبادات کیلئے تم اس کی تقویت کے محتاج ہو۔ نیز کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں بلکہ ان تمام چیزوں میں جنھیں تم اپنے ذاتی مصارف یا کسی نیکی کے کام میں صرف کرتے ہو یہ سعی وکوشش لازم ہے کہ وہ حلال ہوں اور شُبہات سے دور ہوں۔

اچھے ہمنشیں کے اوصاف:

اسی طرح جتنا ہو سکے فاسقوں اور ظالموں کی صحبت اور ہمنشینی کم کرو کیونکہ اس صحبت کو قساوتِ قلبی اور خدا سے دُوری میں بڑا دخل ہے۔ ہاں البتہ اگر تمہاری غرض یہ ہے کہ ان کو نیکی کی ہدایت کرو یا کسی

---

[1] اس سلسلہ میں بفضلہ تعالیٰ ہماری کتاب زاد العباد لیوم المعاد کافی ووافی ہے (منہ عفی عنہ)

ان تجد في نفسك ان غرضك هدايتهم او دفع ظلم عن مظلوم او كنت تتقي منهم و عليك ان تختار من تجالسه و تصحبه و يكون معيناً الى اخرتك ولا تصاحب كل من تراه فان صحبة اكثر اهل زمانك تضرّ بدينك و دُنياك قال الحوّاريون لعيسىٰ عليه السّلام يا روح اللّٰه من نجالس قال من يذكركم اللّٰه رؤيته و يزيدكم في العلم منطقه و يرغبكم في الاخرة عمله

و ينبغي ان تسكت عمالا يعنيك ولا تتكلم في الحلال و الحرام بغير علم فان المفتي على شغير جهنّم و قد قال اللّٰه تعالىٰ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ و ايضاً قال و يوم القِيٰمة ترى الذين كذبوا علىٰ اللّٰه

مظلوم سے (ان کے) ظلم کو دُور کرو یا (ان سے) ترکِ تعلق میں جان یا مال کا خوف ہو (تو ان صورتوں میں ان سے ظاہری میل جول رکھنا جائز ہے۔) نیز ضروری ہے کہ کچھ ایسے ہمنشیں اختیار کرو جن کی ہمنشینی تمھارے لیے آخرت سنوارنے میں مددگار ہو۔ ہر شخص کی صحبت میں نہ بیٹھو کیونکہ اکثر اہلِ زمانہ وہ ہوتے ہیں جن کی صحبت دین و دُنیا میں ضرر رساں ہوتی ہے۔ (وارد ہے کہ) حواریین نے جناب عیسیٰؑ کی خدمت میں عرض کیا: "یا روح اللہ! ہم کس کی ہم نشینی اختیار کریں؟" فرمایا: اس کے پاس بیٹھو جس کا دیکھنا تمھیں خدا یاد دلائے، جس کی گفتگو تمھارے علم کو بڑھائے اور جس کا عمل تمھیں آخرت میں رغبت دلائے۔ اور چاہیئے کہ تم غیر ضروری باتوں میں دخل دینے کی بجائے خاموشی اختیار کرو۔

مداخلت فی الدین سے اجتناب کی تلقین:

بغیر دینی علم کی بصیرت کے حلال و حرام کے احکام میں لب کشائی نہ کرو کیونکہ فتویٰ دینے والا شخص جہنم کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے (کہ ادھر تھوڑی سی لغزش ہوئی اور اُدھر جہنم میں گرا۔) خدا فرماتا ہے جو لوگ خدا پر افترا پردازی کرتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہونگے۔ نیز فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ

وجوههم مسودة

و ينبغي ان تغتنم صحبة العلماءِ الرَّبّانيّين و تاخذ عنهم معالم دينك و تلاقي الزّاهدين بل المتعبّدين كثيراً ليعظك اعمالهم و اقوالهم و اطوارهم و اياك ان تظنّ بالمؤمنين الاخيراً و عليك ان تحمل كل ما ترى منهم على المحامل الصّحيحة الحسنة و عليك بذكر الله عند البلايا والصبر عليها و عند النعم فتشكر ربّك فيها و عند الطّاعة فتعملها و عند المعصية فتتركها مخافة الله عزّوجل و عليك بمطالعة الاخبار الواردة في صفات المؤمنين والمتّقين خصوصاً خطبة امير المؤمنين الّتي القاها على همام و قد كتب والدي العلّامة عليها شرحاً جامعاً فعليك

بولتے ہیں تم بروزِ قیامت دیکھو گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہونگے۔ (العیاذ باللہ)

صُحبتِ عُلَماء و زُہاد کا بیان:

علماءِ ربانیین کی صحبت کو غنیمت سمجھو اور ان سے دینی معلومات حاصل کرو اور زاہدوں بلکہ عام عبادت گزاروں سے (میل ملاقات رکھو) تاکہ ان کے اعمال، اقوال اور اخلاق و اطوار سے پند و نصیحت حاصل کرو۔ خبردار! اہلِ ایمان کے متعلق کبھی بدگمانی نہ کرو بلکہ ان سے حُسنِ ظن رکھو اور ان کے ہر قول و فعل کو اچھے محمل پر محمول کرو اور بلاء و مصیبت، نعمت و راحت اور اطاعت و معصیت غرضیکہ ہر حال میں خدا کو یاد کرو لہٰذا مصیبت پر صبر اور نعمت پر اس کا شکر کرو، طاعت کے کام کو بجالاؤ اور معصیت کو خوفِ خدا کی وجہ سے ترک کرو، نیز مؤمنین و مُتقین کے اوصاف میں جو اخبار وارد ہوئے ہیں ان کا ضرور مطالعہ کرو بالخصوص جناب امیر المؤمنین کا (وہ بے مثال) خطبہ جو انھوں نے جناب ہمامؒ کی استدعا پر مُتقین کے صفات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے جسکی بڑی جامع شرح میرے والدِ علام (مُلا محمد تقی مجلسیؒ) نے تحریر فرمائی ہے اس کا مطالعہ ضرور کرو (جو نہج البلاغہ میں موجود ہے)[1]

---

[1] افسوس کہ وہ شرح تا حال زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ (لعل الله يحدث بعد ذالك امراً (منہ عفی عنہ)

بمطالعته

ثم اعلم یا اخی ان ما القیت الیک فی هذه الرّسالة اخذتها کلها من معادن النبوّة و ما اقول من تلقاء نفسی و ایّاک ان تظن بالوالد العلّامة نور الله ضریحه انهٗ کان من الصّوفیة و یعتقد مسالکهم و مذاهبهم حاشاه عن ذالک و کیف یکون کذالک و هو کان آنس اهل زمانه باخبار اهل البیت علیهم السّلام و اعلمهم و اعملهم بها بل کان یسلک مسالک الزُّهد و الورع و کان فی بدو امره یتسمّٰی باسم التّصوّف لیرغب الیه هذه الطّائفة و لا یتوحشوا منه فیرو عهم عن تلک الا قاویل الفاسدة والاعمال المبتدعة و قدهدیٰ کثیراً منهم الی الحق لهذه المجادلة الحسنة و لمارای فی

اظہارِ حقیقت:

برادرانِ ایمانی کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے جو کچھ (عقائد وحقائق) اس رسالہ میں بیان کیے ہیں وہ سب میں نے معدنِ نبوت یعنی خاندانِ رسالت سے حاصل کیے ہیں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا۔ خیال رکھنا والدِ علامہ (خدا ان کی قبر کو منور فرمائے) کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ صوفیوں میں سے تھے اور ان کے مسلک و مذہب پر اعتقاد رکھتے تھے، ہرگز ایسا نہیں بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ وہ تمام ابناءِ زمان سے زیادہ اخبارِ اہلِ بیت کے ساتھ مانوس تھے، اور سب سے زیادہ عالمِ باعمل، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ زُہد و وَرَع اور پرہیزگاری کے مسلک پر گامزن تھے ہاں البتہ ابتدا میں اپنے آپ کو صوفیت کے نام سے اس لیے موسوم کرتے تھے کہ یہ گروہ ان کی طرف راغب ہو اور ان سے وحشت نہ کرے تاکہ اس حیلے بہانے سے ان کو ان کی اقاویلِ فاسدہ اور اعمالِ خودساختہ سے باز رکھ سکیں چنانچہ انھوں نے اس مجادلۂ حسنہ سے بہت سے لوگوں کو حق وحقیقت کی طرف ہدایت کی لیکن جب آخر عمر میں انھوں نے دیکھا کہ یہ مصلحت ختم ہوگئی اور ضلالت وطغیان کے نشان بظاہر بلند ہو گئے ہیں اور گروہ شیطان غالب آگیا ہے اور ان کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ کھلم کھلا دشمن ہیں تو انھوں نے ان

آخر عمره ان تلک المصلحة قد ضاعت و رفعت اعلام الضّلال والطّغیان و غلبت احزاب الشّیطان و علم انهم اعداء اللّٰه صریحاً تبرأ منهم و کان یکفّرهم فی عقائدهم الباطلة و انا اعرف بطریقته و عندی خطوطه فی ذالک و لیکن هذا آخرما اردنا ایراده فی هذه الرسالة و ارجو من فضل اللّٰه تعالیٰ ان ینفعک بما القیت الیک و التمس منک ان لا تنسانی فی مظان اجابة الدّعاء و فّقنا اللّٰه و ایّاک لما یحبّ و یرضیٰ و جعلنا و ایّاک ممن یذکّر فتنفعه الذکریٰ والسّلام علیٰ نبیّ الهدیٰ و آلہ العظماء.

سے بیزاری اختیار فرمائی اور ان کے عقائد باطلہ کی وجہ سے ان کی تکفیر بھی فرماتے تھے۔ میں سب لوگوں سے زیادہ اُن کے طریقہ سے واقف ہوں (لان اهل البیت ادریٰ بما فی البیت) اور اس سلسلہ میں میرے پاس ان کے کئی مکتوبات بھی موجود ہیں ہم اس رسالہ میں جو کچھ لکھنا چاہتے تھے اس تحریر کو اس کا آخر ہونا چاہیے، مجھے خدا کے فضل وکرم سے اُمیدِ کامل ہے کہ میں نے جو کچھ یہاں پیش کیا ہے وہ اس سے ضرور تمھیں فائدہ پہنچائے گا۔ تم سے التماس ہے کہ اجابتِ دُعا کے اوقات میں مجھے دُعائے خیر سے کبھی فراموش نہ کرنا (اور یہی اس احقر مترجم وشارح کی قارئین کرام سے استدعا ہے۔)

خداوند عالم ہمیں اور تمھیں اپنی پسندیدہ باتوں کے بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اور تمھیں ان لوگوں سے بنائے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں اور نصیحت ان کو فائدہ بھی پہنچاتی ہے۔ درود وسلام ہو رُشد وھدایت کے نبیؐ اور ان کی عظیم الشان آلؑ پر والسّلام علیکم و رحمة اللّٰه و برکاتهٗ و آخر دعوانا ان الحمد للّٰه ربّ العٰلمین۔

مترجم و محشی

حضرت آیت اللہ الحاج الشیخ محمد حسین نجفی مجتہد العصر دام ظلہ العالی

کے دیگر شاہکار آثار قلم ہیں جو عالم اسلام کے صاحبان علم و انصاف سے خراج تحسین و آفرین حاصل کر رہے ہیں

ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں

☆ احسن الفوائد فی شرح العقائد۔ عقائد اسلامی و ایمانی پر مشہور زمانہ محققانہ تصنیف

☆ اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ۔ [illegible] میں تمام اختلافی عقائد پر قرآن و سنت کی روشنی میں حرف آخر

☆ فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن۔ قرآن کریم کی عظیم تفسیر جو دس جلدوں میں مکمل طور پر شائع ہو چکی ہے